ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ
۲۴ دسمبر ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری رح

ثُمَّ یَاْتِی الْقَوْمَ فَیَدْعُوْهُمْ فَیَرُدُّوْنَ عَلَیْهِ قَوْلَهٗ فَیَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَیُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِیْنَ لَیْسَ بِاَیْدِیْهِمْ شَیْءٌ مِّنْ اَمْوَالِهِمْ وَیَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَیَقُوْلُ لَهَا اَخْرِجِیْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَیَعَاسِیْبِ النَّحْلِ ثُمَّ یَدْعُوْ رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَیَضْرِبُهٗ بِالسَّیْفِ فَیَقْطَعُهٗ جَزْلَتَیْنِ رَمْیَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ یَدْعُوْهُ فَیُقْبِلُ وَیَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ یَضْحَكُ فَبَیْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِیْحَ بْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَآءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَهْرُوْدَتَیْنِ وَاضِعًا كَفَّیْهِ عَلٰی اَجْنِحَةِ مَلَكَیْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا یَحِلُّ لِكَافِرٍ یَجِدُ مِنْ رِیْحِ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهٗ یَنْتَهِیْ حَیْثُ یَنْتَهِیْ طَرْفُهٗ فَیَطْلُبُهٗ حَتّٰی یُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُهٗ۔

(جاری ہے)

ترجمہ: پھر ایک قوم کے پاس جائے گا، ان کو اپنے باطل کی طرف دعوت دے گا وہ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے۔ پھر ان سے واپس چلا جائے گا۔ پھر وہ خشک سالی میں مبتلا ہونے والے ہو جائیں گے۔ ان کے پاس ان کے مالوں میں سے کوئی چیز نہیں رہیگی۔ اور وہ دجال ایک ویرانہ پر سے گذرے گا اسے کہے گا اپنے خزانے نکال دے۔ اس ویرانے کے خزانے اس کے پیچھے چل نکلیں گے، جس طرح شہد کی مکھیاں نکھٹو کے پیچھے چلتی ہیں پھر ایک ایسے شخص کو بلائے گا جو جوانی میں بھرا ہو گا۔ اسے تلوار سے قتل کرے گا، پھر اس کے دو ٹکڑے کرے گا مثل پھینکے تیر کے نشانے پر، پھر اسے بلائے گا پھر وہ دجال کی طرف متوجہ ہو گا اور اس کا منہ چمکتا اور روشن ہو گا اور ہنستا ہو گا دجال ایسی حرکتیں کر رہا ہو گا۔ کہ اللہ تعالےٰ مسیح بن مریمؑ کو بھیج دے گا۔ پس وہ اتریں گے سفید مینار کے پاس دمشق کی مشرقی جانب درآنحالیکہ عیسیٰ علیہ السلام دو زرد کپڑوں کے درمیان ہوں گے۔ اپنی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھنے والے ہوں گے جب سر نیچا کریں گے تو ان کے سر سے پسینہ ٹپکے گا۔ اور جب سر اونچا کریں گے تو ان کے بالوں سے قطرے گریں گے مانند دانے چاندی جو مثل موتیوں کے ہوں۔ پس نہیں حلال ہو گا کسی کافر کو کہ پاوے ہوا عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی مگر وہ مر جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کا سانس وہاں پہنچے گا۔ جہاں اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اُسے لدّ کے دروازے پر پا لیں گے اور اُسے مار ڈالیں گے۔

جلد ۲۸ • شمارہ ۲۵

جمعۃ المبارک
۲۴ر دسمبر ۱۹۸۲ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمان علوی
ظہیر میر، ایم اے، ایل ایل بی

دفاتر
لاہور: خدام الدین مرکز، اندرون شیرانوالہ دروازہ، فون ۶۳۹۱۴
کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ، بھی جوزنی ناظم آباد، کراچی، ۲۱۱۴۴

بدل اشتراک
سالانہ ... ۱۰۰ روپے
ششماہی ... ۵۰ روپے
سہ ماہی ... ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے

جماعتی کارکنوں سے!

(۲)

عزیزانِ گرامی! روزنامہ جنگ لاہور کی اشاعت مجریہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء مقامی ایڈیشن ہمارے سامنے ہے صفحہ اوّل پر ایک خبر ہے:

"فضل الرحمٰن گروپ ایم۔آر۔ڈی سے علیحدہ ہو یا سہ نکاتی پروگرام منظور کرائے" مولانا عبیداللہ انور نے دونوں گروپوں میں مصالحت کے لئے نیا فارمولا پیش کر دیا۔

سٹاف رپورٹر کے حوالہ سے چھپنے والی اس خبر میں کہا گیا ہے کہ مخالف گروپ ایم۔آر۔ڈی سے علیحدہ ہو جائے یا ایک تین نکاتی پروگرام کو ایم۔آر۔ڈی سے منظور کرائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ان کا گروپ بھی شریک ہو جائے گا — جس سہ نکاتی پروگرام کو ایم۔آر۔ڈی سے منظور کرانے کا کہا گیا ہے اس کا متن یہ ہے:۔

● ہم سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظام سوشلزم، کمیونزم، سیکولرزم اور دیگر تمام غیر اسلامی نظاموں اور نظریات کی نفی کرتے ہوئے قومی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی نظام کی مکمل عملداری پر یقین رکھتے ہیں۔ اور پاکستان اس کے عملی اور مؤثر نفاذ کے لئے آخر دم تک جدوجہد کا عزم کرتے ہیں

● ہم عالم اسلام کے بارے میں امریکہ اور روس دونوں کے معاندانہ طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں امریکہ کی طرف سے اسرائیل کی پشت پناہی اور افغانستان میں روس کی مسلح جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے فلسطینی حریت پسندوں اور افغان مجاہدین کی جد و جہد کی حمایت کرتے ہیں اور عالمی طاقتوں کی باہمی رسہ کشی سے

لا تعلق رہتے ہوئے پاکستان اور عالم اسلام میں مکمل طور پر آزادانہ اور غیرجانبدارانہ خارجہ پالیسی کے فروغ اور عالم اسلام کے حقیقی مقاصد کے لئے جد و جہد کا عزم کرتے ہیں۔

● ہم موجودہ حکومت اور غیرجمہوری ہتھکنڈے اختیار کرکے عوام پر ظلم ڈھانے والی تمام سابقہ ظالم حکومتوں کے جمہوریت کش اقدامات کی مذمت کرتے ہیں اور ملک میں جمہوری عمل کی غیرمشروط بحالی ۱۹۷۳ء کے آئین اور دستور و آئین کے تحت آزادانہ انتخابات کے ذریعے منتخب حکومت کی تشکیل کے لئے ہر قسم کی قربانی کا عزم کرتے ہیں۔

قائد جمعیۃ جماعت کے سیکرٹری جنرل مولانا زید مجدھم کے اس بیان کے بعد جامعہ مدنیہ گروپ کے ایک انتہائی اہم بزرگ کا اعلان اگلے دن اخبارات میں چھپا جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسٹر فاروق لغاری زبانی طور پر اپنے سابقہ طرز عمل پر ندامت کا اظہار کرچکے ہیں۔ (لہٰذا اب جماعت کو ایم، آر، ڈی میں آجانا چاہیئے) ـــــ مولانا انور زید مجدھم کے اس واضح، ٹھوس اور قابل عمل سہ نکاتی فارمولے کے جواب میں جو ارشاد فرمایا گیا اس پر سوائے دو آنسو بہانے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے؟

عزیزان گرامی! آپ سوچیں کہ جماعت کی حقیقی قیادت حالات کی اصلاح کی غرض سے اب تک مصروف عمل ہے اور کوشش کر رہی ہے کہ صبح کے بھولے شام کو ہی بے شک گھر آجائیں تو خیر ہے۔ لیکن بھولے ہوؤں کا یہ حال ہے کہ وہ ہر صائب، مناسب اور معقول تجویز کے جواب میں ایسی بات کہتے ہیں جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ـــــ حقیقی قیادت تو مکمل اسلامی نظام کے لئے مؤثر جد و جہد، عالمی سامراج اور موجودہ سمیت تمام حکومتوں کے غیر جمہوری ہتھکنڈوں کی مذمت کا تقاضہ کرتی ہے لیکن جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ فاروق لغاری ہمارے پاس اظہار ندامت کرچکے ہیں ـــــ کون فاروق لغاری؟ پنجاب کے ایک بہت بڑے جاگیردار خاندان کا چشم و چراغ، جو خیر سے اپنے آپ کو پی پی پی کا سیکرٹری جنرل کہتا ہے لیکن پی پی پی کے ورکروں کی اکثریت سے پوچھیں کہ اس کی کیا حیثیت ہے؟ اور فرد واحد کے سامنے بند حجرہ میں زبانی اظہار ندامت کی دنیا میں کیا وقعت ہے؟ ایم۔آر۔ڈی محض فاروق لغاری کا نام نہیں، اس میں کئی جماعتیں ہیں۔ جن میں سے ایک جماعت جناب بھٹو کی پی پی پی ہے وہ پی پی پی جس کی چیئرمین صاحبہ "بغرض علاج" بیرون ملک تشریف لے جا چکی ہیں۔ اور جو اپنے ملک کے خلاف کوئی بھی بات کہنے سے کسی وقت گریز نہیں کرتیں ـــــ یہاں خیر سے وہ اتنی بیمار تھیں کہ غشی کے دورے پڑ رہے تھے، گر گر جاتی تھیں لیکن اب انٹرویو دینے اور ملک کے خلاف زہر اگلنے کے لئے وہ خیر سے صحت مند اور چاق و چوبند ہیں ـــــ پھر وہ اتنی جمہوریت پرور ہیں کہ اپنے میاں کے بعد خود چیئرمین بنیں اور اب معاملہ اپنی صاحبزادی کے سپرد کر گئیں۔

اس کے ساتھ ہی اور بھی جماعتیں ہیں ـــــ مولانا انور نے یہ نہیں کہا کہ کسی کا ذاتی دوست ہونے کی حیثیت سے فرد واحد کیا کہتا ہے؟ ـــــ انہوں نے پوری ایم، آر، ڈی کے معاملہ میں یہ بات کہی ہے۔

یہ سہ نکاتی فارمولا بڑا واضح ہے اسلام، ملک اور قوم کے حق میں ہے، اس میں کوئی الجھاؤ نہیں، اگر آپ کو ایم، آر، ڈی سے اتنا ہی پیار ہے جس کا آپ مظاہرہ کر رہے ہیں تو یہ فارمولا لے کر اس کے پاس جائیں، اسے منوائیں، تو آپ کی جیت ہی جیت ہے۔ حضرت درخواستی اور مولانا انور سمیت سب آپ کی پیاری ایم، آر، ڈی کے سٹیج پر ہوں گے۔ لیکن آپ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر لوٹ آئیے اپنے گھر کی طرف، پلٹ آئیے اپنے احباب کی طرف، اسی میں عزت ہے، اسی میں وقار ہے اور اسی میں بھلا ہے۔

ہم اپنے کارکنوں سے کہیں گے ان عزیز کارکنوں سے جن کی بنیاد پر آئندہ کے محل تعمیر کرنے کی فکر ہے کہ وہ اس سہ نکاتی فارمولے کے مبلغ بن جائیں۔ ہر شخص اس کی اپنی ہمت کے مطابق اس کی تشہیر کرے بھولے ہوئے، روٹھے ہوئے اور ناراض کارکنوں کے پاس جائیے۔ اکابر کی خدمت میں جائیے اور ان سے منوائیے اگر نہیں مانتے تو پھر آپ کو سوچنا چاہیے کہ یہ کھیل کیوں کھیلا جا رہا ہے اور کھیلنے والوں کا مقصد کیا ہے؟

عزیز کارکنو! ہر جماعت کی اصل قوت، تو کارکن ہی ہوتے ہیں۔ آپ ہی جماعت کی اصل قوت ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا لیڈر آپ کے ایثار و قربانی کے بغیر کچھ نہیں۔ اس لئے اب آپ کا فرض ہے کہ آپ میدان میں آئیں اور اپنے عظیم اسلاف، اکابرین خاندان ولی اللہی، مجاہدین تحریک حریت اور اکابر علماء اہلسنت کی محنتوں اور قربانیوں کو ضائع ہونے سے بچائیں ـــــ کوئی چاہے وہ کتنا بڑا ہو اسے یہ حق نہ دیں کہ وہ آپ کی تاریخ کو داغدار کرے، مجروح کرے، اور مسخ کرے۔

یاد رکھیں! اگر آپ نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا، تو جہاں عافیت کوش لوگ تباہی و بربادی کے ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے وہاں تاریخ آپ کو بھی معاف نہیں کرے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آپ کا علوی

17-12-1982

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب

افسوسناک اور اندوہناک خبر سب نے سن لی کہ گوجرانوالہ کے نامور عالم دین مولانا عبدالواحد اللہ کو پیارے ہوگئے ـــــ جمعۃ علماء ہند کا عظیم رہنما، مجلس احرار اسلام کے سٹیج پر ملک کی آزادی کی جنگ لڑنے والا بہادر سالار، جمعیۃ علماء اسلام کو اپنے خون جگر سے سینچنے والا مجاہد، تبلیغی جماعت کے ذریعہ دین اسلام کا پیغام، اقصائے عالم تک پہنچانے والا مبلغ و داعی۔ مدتوں گوجرانوالہ جیسے عظیم شہر میں منبر و محراب کی آبرو، اکابر و اسلاف کی عظمتوں کا وارث، کارکنوں کا مربی و سرپرست سیاست کی گرہیں سلجھانے والا مدبر، اس کی سطوت سے مقامی انتظامیہ گھبراتی تھی۔ شہر کا بچہ بچہ اس کا احترام کرتا تھا، کئی سال تکالیف و عوارض کا شکار رہنے کے باوصف اس کی قومی و ملی سرگرمیاں ماند نہ پڑیں وہ برابر سرگرم عمل رہا۔ معذوری کے باوجود، پر آخر کل نفس ذائقۃ الموت کا ازلی قانون اس پر لاگو ہوا اور ہزاروں انسانوں نے حضرت الامام درخواستی زید مجدھم کی اقتداء میں جنازہ کے بعد اسے زیر زمین دفن کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ دنیا میں پلٹ کر نہیں آئے گا اور آیا بھی کون ہے؟ لیکن اس کی گرمی نفس، اس کا مضبوط ایمان، اس کی قوت عمل، اس کا اخلاق و کردار وہ اہل دنیا کے سامنے ہے اور رہیگا۔ لوگ اسے یاد کریں گے اور بہت زیادہ، لیکن اے عزیزان گرامی! دنیا سے جانے والوں پر آنسو بہانا مردان حر کا کام نہیں ـــــ ایک دن ہم نے بھی اسی سفر پر جانا ہے ـــــ آؤ عہد کریں کہ مولانا عبدالواحد سمیت تمام اکابر و اسلاف کی بتلائی ہوئی راہ پر چلیں گے اور جو چراغ انہوں نے جلایا تھا اسے خون جگر سے سنبھال کر رکھیں گے ـــــ ہمارا عہد ہے اللہ سب کا حامی و ناصر ہو۔

مجلسِ ذکر

ضبط وترتیب : علوی

سیّد ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات و معزز خواتین ! ہمارے لاہور میں جو بزرگ و اکابر اولیاء دُور دُور سے تشریف لائے اور دین متین کی خدمت سرانجام دی ان میں حضرت المخدوم السید علی ہجویری رحمہ اللہ تعالےٰ کا نام نامی بہت اہم ہے۔ آپ عرف عام میں "داتا" صاحب کے لقب سے معروف ہیں حالانکہ یہ نام تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے وہی فی الحقیقت داتا ہے اس کے بغیر کوئی داتا نہیں۔ اسی طرح آپ گنج بخش کے عرف سے مشہور ہیں۔ جبکہ آپ نے خود اپنی کتابوں میں اس لفظ کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنے سے روکا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ :-

"اے علی ! لوگ تجھے گنج بخش
کہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ
کی ذات پاک کے سوا نہ
کوئی گنج بخش ہے نہ رنج بخش
اسی کی ذات گنج بخش و رنج بخش
اور بس۔

آپ کی کتابوں میں کشف المحجوب بڑی اہم کتاب ہے بعض بزرگوں نے اسے اہل سلوک کے لئے مرشد و رہنما قرار دیا ہے۔ آپ نے لاہور کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا یہاں مسجد و مدرسہ کی داغ بیل ڈالی اور ساری عمر مخلوق خداوندی کو اللہ تعالےٰ کے دین کی طرف بلانے میں گذار دی۔ آپ کی تعلیمات میں ہے :-

"اللہ تعالےٰ کے راستے پر
چلنے والوں کا پہلا مقام
توبہ ہے"

کیونکہ توبہ نام ہے "رجوع الی اللہ" کا۔ جس کے لوازم میں ماضی کے معاملہ میں اظہار ندامت اور مستقبل کے معاملہ میں عزم راسخ شامل ہے۔ جب تک ایسا نہ ہو اللہ تعالےٰ کے راستے پر چلنے کا دعوےٰ بے دلیل دعوےٰ ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے خاص بندے فرشتوں سے افضل ہیں ——— ایک صاحب کا شعر ہے :-

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

اور وہ محنت ایسی ہے جس کا تعلق عبادت و بندگی رب سے ہے اور عبادت و بندگی کا مفہوم محض سجدہ و تسبیح نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی لئے کہا گیا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت دل کی زندگی ہے اور ماسوی اللہ سے روگردانی۔ کیونکہ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں وہ مردہ ہے اور وہ زنگ آلود ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح آپ نے فرمایا۔ کہ انسان کی عظمت و قیمت کا انحصار معرفت الہٰی پر ہے اس کے بغیر انسان کی کوئی قیمت نہیں۔

ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ انسان کی نجات دین کی تابعداری میں ہے

(باقی ۱۷ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط وترتیب : علوی

زبان کی حفاظت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ صدق اللہ العلی العظیم :

بزرگان محترم ! برادران عزیز ! حضور نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ جسے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ :-

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے
زبان اور شرمگاہ کے گناہوں
سے بچا لیا وہ جنت میں
چلا جائے گا"

اسی طرح ایک حدیث میں آپ نے ان دونوں اعضاء کے متعلق فرمایا کہ :-

"جو شخص ان دونوں اعضاء
کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے
بچانے کی ضمانت دے۔ میں
اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

ان ارشادات مبارکہ سے ان دونوں اعضاء کو اللہ کی نافرمانی سے بچانے کی جو اہمیت معلوم ہوتی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ذرا سی دیر کے لئے اس طرف توجہ کریں اور سوچیں کہ ہمارا عمل کیا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں ؟

قرآن عزیز کی جو آیت پڑھی اس کا تعلق سورۂ بنی اسرائیل سے ہے اس کا ترجمہ ہے :-

"اور جس بات کی تجھے خبر
نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔
بے شک کان اور آنکھ اور دل
ہر ایک سے بازپرس ہوگی"
(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ "جس چیز کا علم نہ ہو اس میں دخل مت دو"

اسی طرح قرآن عزیز میں ہے کہ :-

"وہ منہ سے کوئی بات نہیں
نکالتا مگر اس کے پاس
ایک ہوشیار محافظ ہوتا ہے"
(ترجمہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

یعنی انسان جو بولتا ہے اللہ تعالےٰ کے فرشتے فوراً اسے لکھ لیتے ہیں۔

اور سورۂ حجرات کی مشہور آیت ہے جس میں غیبت یعنی پس پردہ کسی کی عیب جوئی سے روکا گیا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچنے کی جرأت نہیں کرتا اور اسے ناپسند کرتا ہے تو اسے غیبت کیوں پسند ہے ؟ کیونکہ غیبت بھی ایسے ہی ہے جیسے گوشت نوچنا۔

حدیث کے مشہور عالم امام نووی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :

"کہ جانتا چاہیئے کہ ہر مکلف پر لازم ہے کہ اپنی زبان کی ہر قسم کے کلام سے حفاظت کرے ہاں وہ بات کہہ سکتا ہے جس میں کوئی بھلائی ہو اور جب کسی بات کے چھوڑنے میں مصلحت ہو تو پھر زبان کو روکنا ضروری ہے

کیونکہ مباح کام چلتے چلتے مکروہ اور حرام تک لے جاتا ہے اور عادۃً یہ بات عام ہے۔"

امام نووی قدس سرہٗ کے اس ارشاد کی بنیاد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم علیہما الرحمۃ نے نقل کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے یا تو اچھی بات کہنی چاہیئے اور یا پھر چپ رہنا چاہیئے۔"

قرآن عزیز نے پہلے ہی پارہ میں بنی اسرائیل سے لئے گئے عہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سے ایک یہ بھی وعدہ لیا گیا تھا کہ:۔

قولوا للناس حسنا ؕ

کہ لوگوں سے اچھی بات کہو۔

یہ حدیث جو ابھی عرض کی اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ "یہ حدیث اس معاملہ میں بڑی صریح اور واضح ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ وہ بھلائی کے بغیر گفتگو نہ کرے اور وہ وہی کلام ہوتی ہے جس کی مصلحت و بھلائی ظاہر ہو اور جب شک ہو تو پھر خاموش رہے۔"

گویا جب مصلحت اور بھلائی کے متعلق شک کی بات ہو تب بھی نہیں بولنا۔ چپ رہنا ہے۔ لیکن اب جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ سب بُرے ہیں اور سب لوگ ان کی برائی سے واقف ہیں لیکن پھر بھی باز نہیں آتے۔ کچھ لوگ جھوٹ اور غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں کچھ سن کر حظّ حاصل کرتے ہیں — حالانکہ دونوں ہی مجرم ہیں۔

حتیٰ کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ بولنے سے پہلے جو شخص پوری طرح غور وفکر نہیں کر لیتا کہ یہ بات خیر کی ہے یا شر کی تو وہ بھی اپنا رخ دوزخ کی طرف کر لیتا ہے —— یہی ارشاد پیغمبرؐ کا ہے۔ جس کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے کہ پہلے تولو پھر بولو۔ بغیر سوچے سمجھے گفتگو کے عواقب و نتائج بسا اوقات بڑے ہی خطرناک ہوتے ہیں اس لئے احتیاط لازم ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ایک روایت ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ جب تو بندہ ایسی بات کرے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہو تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرتے ہیں ورنہ پھر وہ جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔

اور اسی طرح کی ایک روایت میں فرمایا گیا کہ جب بندہ سوچ سمجھ کر خیر کے جذبہ سے بات کرتا ہے اور اس قسم کی توقع رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ملاقات کے لئے اس کے حسنات اور رضوان لکھتے رہتے ہیں، اس کے برعکس بے سوچے سمجھے بات کرنے والا اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک اس کے غیظ و غضب کا شکار رہتا ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور علیہ السلام سے مختصر لیکن جامع نصیحت کی اپیل کی تو آپؐ نے فرمایا:۔

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

پھر انہوں نے پوچھا کہ میرے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز کون سی ہوگی؟ تو آپؐ نے زبان کو پکڑ کر فرمایا۔ "یہ"۔

کونسی کثرتِ کلام اللہ کو پسند ہے

حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر کثرت کلام مت کرو یعنی کثرت کلام کے لئے صرف ذکر الٰہی سزاوار و مناسب ہے —— کیونکہ جو شخص ویسے ہی بغیر ذکر زیادہ بولتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہوتا ہے اور نجات کا نسخہ آپ نے

یہ فرمایا۔ جبکہ حضرت عقبہ بن عامر نے اس کا سوال کیا کہ اپنی زبان پر کنٹرول کرو۔ اور اپنی خطاؤں اور معصیتوں پر روؤ۔ (کہ خدا کو رونا بہت پسند ہے حتیٰ کہ رونا نہ آئے تو رونے والی شکل بنا لو)

ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم کی جب صبح ہوتی ہے تو اس کے تمام اعضاء کا انحصار زبان پر ہوتا ہے۔ وہ زبان سے کہتے ہیں ہمارے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ تُو درست رہی تو ہم سب درست رہیں گے تُو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

حضرت معاذؓ کی روایت

یہ تمام روایات جو آپ کے سامنے آئیں اور ابتدا میں جو قرآن کی آیات نقل ہوئیں ان سب کا تعلق زبان کی حفاظت سے ہے۔ اپنی زبان کو بچاؤ، بولو تو خیر سے ورنہ نہ بولو اور بولنے کے لئے سب سے زیادہ مناسب چیز بس اللہ کا ذکر ہے نہ کہ غیبت، گالی گلوچ، جھوٹ اور چغلی جو ہماری عادت بن گئے ہیں —— اللہ تعالیٰ معاف کرے ——

بہرحال آخر میں حضرت معاذؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت کا مفہوم پیش ہے۔ انہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے پوچھا "مجھے ایسا عمل بتائیں جو جنّت کے قریب کر دے۔ اور جہنم سے دور کر دے۔" آپ نے فرمایا۔ تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لئے بہت آسان ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت ہو اس کے ساتھ شرک نہ ہو، پھر نماز کا اہتمام، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ کا اہتمام۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ابواب خیر بتلاتا ہوں۔ روزہ تو ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات کی نماز (تہجّد) یہ بھی خیر کا ایک دروازہ ہے۔ پھر آپ نے سورۂ سجدہ کی آیت ۱۶ پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اچھے بندوں کی تعریف کی کہ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں —— پھر فرمایا کہ میں تمہیں راس الامر ان کا عمود اور ان کی ذروہ بتلاتا ہوں۔

راس الامر یعنی بنیاد تو اسلام ہے کہ اس کے بغیر بات بنتی نہیں۔ اس کا عمود یعنی ستون نماز ہے۔ اور ذروۃ سنام جہاد ہے —— پھر فرمایا کہ ان تمام چیزوں کی ملاک یعنی مملکت بتلاؤں —— اس پر اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اس کی حفاظت کرو۔

اس پر حضرت معاذؓ نے پوچھا کہ ہم اس سے جو باتیں کرتے ہیں ان پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ آپؐ نے محبت سے فرمایا، تیری ماں تجھے روئے، لوگ چہروں کے بل جہنم میں اپنی زبانوں کی وجہ سے ہی تو ڈالے جائیں گے۔

سو بزرگانِ گرامی اور عزیزانِ محترم! ان تمام ارشادات کو پلّے باندھیں اور اپنی زبانوں کی حفاظت کریں، ہر قسم کی بُری بات سے اور زبانوں کو اللہ کی یاد اور ذکر کا عادی بنائیں کہ اسی میں ہماری نجات ہے —— اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

سیرت کانفرنسوں کے لئے لمحۂ فکریہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ عباسی عارفی مدظلہ،
خلیفۂ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی!

کافی عرصے سے ہمارے ملک میں سیرت کانفرنسیں اور سیرت طیبہ کے نام پر جلسے، اور اجتماعات منعقد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ خاص طور پر ربیع الاوّل کے مہینے میں ان کانفرنسوں اور اجتماعات کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، اور ہر شہر اور قصبے میں گلی گلی میں یہ محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ کچھ عرصے سے سیرت طیّبہ کے نام پر ان تقریبات کا اہتمام سرکاری پیمانے پر بھی ہونے لگا ہے۔ اس غرض کے لئے حکومت کی سطح پر جلسے، کانفرنسیں اور تقریبات منعقد کی جاتی ہیں اور بعض جگہ جلوس بھی نکالے جاتے ہیں۔

اگر نبی رحمت سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ کو صحیح مقصد، صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سُننے سُنانے کا اہتمام ہوتا تو نہ صرف یہ کہ وہ ہم سب کے لئے باعثِ سعادت تھا۔ بلکہ اس سے ہماری بگڑی ہوئی زندگی کی کایا پلٹ سکتی تھی، سیرت طیبہ کی تو خاصیّت ہی یہ ہے کہ اگر اس کو صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سُنا اور سنایا جائے تو اس کا ایک ایک واقعہ زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے کے لیئے کافی ہے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم سالہا سال سے ہر ربیع الاوّل کے مہینے میں نہایت دھوم دھام سے سیرت کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں، لیکن ہماری عملی زندگی میں ان اجتماعات کا کوئی ادنیٰ سا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا، ہماری دینی اور اخلاقی حالت روز بروز گِر رہی ہے، ہماری معیشت اور معاشرت بدستور تقلیدِ مغرب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے، اور ہماری ہر نقل و حرکت سیرت و سنّت کی اتباع سے مسلسل دُور ہٹتی چلی جا رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس سیرتِ طیبّہ نے ایک مختصر عرصے میں صرف جزیرۂ عرب ہی کے نہیں، بلکہ پوری دنیا کے اخلاق و اعمال، معیشت و معاشرت، سیرت و کردار، اور رہن سہن کے طریقے بدل ڈالے تھے، آج اسی سیرت طیبہ کو سننے سنانے کے باوجود ہماری تباہ حالی میں کوئی فرق کیوں نہیں آتا؟

ذرا غور کیا جائے تو اس سوال کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم سیرت طیبّہ کی اصل رُوح، اس کے حقیقی مقصد اور اس کے تذکرے کے صحیح طریقِ کار کو چھوڑ کر چند ایسے رسمی مظاہروں اور نمائشی کارروائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں جن کا نہ صرف دین سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ جو سیرتِ طیّبہ کے احترام و عزّت کے بھی منافی ہیں۔

ان سیرت کانفرنسوں اور سیرت کے جلسوں جلوسوں میں طرح طرح کی غلطیاں عام ہو چکی ہیں جو نہ صرف سیرتِ طیّبہ کے مبارک مقصد کو حاصل کرنے میں رُکاوٹ بنی ہوتی ہیں بلکہ ان کی موجودگی میں (اللہ بچائے) اُلٹے وَبال کا اندیشہ ہے۔ ان سطور میں انتہائی دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ مخلصانہ طور پر اسی قسم کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی طرف مسلمانوں کو توجّہ دلانا مقصود ہے، خدانخواستہ اس کا مقصد کسی پر حرف گیری یا طعن و استہزا نہیں، بلکہ یہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک ہمدردانہ دعوتِ فکر ہے کہ خدا کے لیے ہم اپنے طرزِ عمل کو شریعت و سُنّت کے معیار پر جانچ کر دیکھیں کہ ہم سیرتِ طیّبہ کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ اس مُقدّس نام کو کس کس طرح استعمال کیا جا رہا ہے؟ اور اس کے نتیجے میں کہیں ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو متوجّہ کرنے کے بجائے خدانخواستہ اس کے وَبال کو دعوت تو نہیں دے رہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مسئلے پر اخلاص کے ساتھ غور کرنے اور اپنی غلطیوں کے تدارک کی توفیق عطا فرمائے آمین

(۱) — سب سے پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ ان کانفرنسوں کے منتظمین، مقرّرین، مقالہ نگار حضرات اور سامعین میں سے کتنے حضرات ایسے ہوتے ہیں جو اس سچی نیّت کے ساتھ ان اجتماعات میں جاتے ہوں کہ ان اجتماعات سے کوئی عملی سبق لے کر اس کے مطابق اپنی زندگی کو بدلنے کی کوشش کریں گے؟ کیا ان کانفرنسوں کے بار بار منعقد ہونے کے باوجود مذکورہ حضرات میں سے کسی نے بھی اپنی عملی زندگی، اپنی عادات و اطوار، اپنے کردار و عمل، اپنے معمولات، اپنی سیرت و صورت، اپنے طرزِ معاشرت، اپنے لباس، پوشاک اور اپنی وضع قطع غرضیکہ کسی بھی چیز میں سُنّت کے اتباع کے لیے کوئی تبدیلی پیدا کی؟

انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم ان سوالات کے لیے جتنا اپنے گریبان میں مُنہ ڈالیں گے اتنا ہی ان سوالات کا جواب نفی میں ملے گا۔ اب ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن اجتماعات کے پیچھے اصلاح کا کوئی جذبہ، کوئی نیت ہی نہ ہو، اور اگر دل کے کسی دُور دراز گوشے میں کوئی خفیف سا جذبہ ہو بھی تو اُسے روبعمل لانے کی کوئی کوشش نہ ہو، وہ اجتماعات

کیسے کوئی خوشگوار نتیجہ پیدا کرسکتے ہیں؟

اگر ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ سرکارِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبّہ بنی نوعِ انسان کے لیے شرافت انسانیّت کا سب سے جامع، دلکش اور مکمّل نمونہ ہے تو پھر ہماری سیرت کانفرنسوں کے بے اثر ہونے کی وجہ اس کے سوا نہیں ہوسکتی کہ ان کانفرنسوں کو منعقد کرتے وقت ہماری نیّت، ہمارا مقصد، ہمارا جذبہ اور ہمارا طریقِ کار درست نہیں ہوتا ہم یہ کانفرنسیں اس لئے منعقد نہیں کرتے کہ ان سے کوئی عملی سبق حاصل کریں اور ان کے ذریعے کوئی اصلاحی یا تبلیغی کام لیں، بلکہ ہم اُن بد دین قوموں کی تقلید میں شامل ہونا چاہتے ہیں جو اپنے مقدس مذہبی پیشواؤں کے نام پر کچھ تہوار منا لینا ہی مذہبی شعار سمجھتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ جو زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے آئی تھی اور جس نے صدیوں تک یہ انقلاب پیدا کرکے دکھایا، آج اسی سیرت کے نام پر منعقد ہونے والی یہ زرق برق مجلسیں محض رسمی ہو کر نہ رہ جاتیں۔

(۲) — ان کانفرنسوں [illegible] جلسوں کے انتظام و اہتمام اور ان کی رسمی کارروائیوں کی تکمیل میں بسا اوقات نمازوں تک کا کوئی خیال نہیں رہتا، جماعت کا اہتمام تو درکنار، بعض اوقات انفرادی نمازیں بھی قضا ہو جاتی ہیں۔ اور جس کانفرنس میں نماز جیسا دین کا اہم ستون منہدم کر دیا جائے، اس کا سیرت و سُنّت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اس پر کیسے اللہ کی رحمتیں نازل ہو سکتی ہیں؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے اجتماع سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک خوش ہوجاتی؟

(۳) — سیرتِ طیبّہ کے مقدّس نام پر منعقد ہونے والے ان اجتماعات میں بعض اوقات کھلے بندوں، مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ایک ہی اجتماع میں بے محابا بے پردہ اور زینت و آرائش کے ساتھ، بلکہ بعض وقت نیم عریاں لباس میں ملبوس ہو کر شریک ہوتی ہیں۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس محلس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کی ایسی کھلی نافرمانی کی جا رہی ہو، اور جس میں نامحرم مرد اور عورت۔ بے محابا سامنے آکر ایسے کھلے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہوں، اس کو سیرت و سُنّت کے ساتھ منسوب کرنا سیرت و سُنّت کے ساتھ اغیر شعوری طور پر ہی سہی، ایک مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟

(۴) — عام طور سے حکومتی سطح پر سیرت کی جو کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، اُن کے لیے جگہ ایسی منتخب کی جاتی ہے جہاں عام سامعین پَر بھی نہیں مار سکتے، ان مقامات پر داخلہ صرف دعوت ناموں کے ذریعے ہوتا ہے، اور یہ دعوت نامے بھی عموماً "بڑے بڑے لوگوں" کو جاری کیئے جاتے ہیں، حالانکہ سیرت و سُنّت کا پیغام کسی خاص طبقے کے ساتھ مخصوص ہونے کے بجائے تمام مسلمانوں کے لیے عام ہونا چاہیئے۔

(۵) — عموماً ایسی کانفرنسوں میں مقالات کے لیئے موضوع ایسا منتخب کیا جاتا ہے جس کا عملی زندگی کی اصلاح سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ نری علمی نکتہ آفرینی کی حد تک محدود ہوتا ہے، حالانکہ یہ ٹھیٹھ علمی نکتہ آفرینیاں بہت سے غیر مسلم مستشرقین بھی کرتے ہیں، ایک مسلمان کے لیے سیرتِ طیّبہ کوئی فلسفہ نہیں، بلکہ ایک راہِ عمل ہے، اور اس میں بنیادی اہمیّت اُس راہِ عمل پر چلنے کو حاصل ہے، لیکن سیرت کا یہ پیغام عموماً کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہوتا۔

(۶) — اس قسم کی کانفرنسوں میں عموماً مقالہ نگاروں کو بھی دس دس منٹ کے مختصر وقت کا پابند بنا دیا جاتا ہے، یہ بھی سیرتِ طیبّہ کے ساتھ ایک رسمی خانہ پُری ہے، ورنہ اس مختصر وقت میں کسی ایک شخص کو بھی سیرت و سُنّت کے بارے میں کوئی مؤثر یا نتیجہ خیز بات کہنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ حالانکہ مقالہ نگاروں کی تعداد بڑھانے کے بجائے پیشِ نظر یہ ہونا چاہیئے کہ جو بھی مقالہ پیش ہو یا جو بھی تقریر کی جائے وہ موجودہ وقت کے تقاضوں کے مطابق عملی طور پر مؤثر اور مفید ہو۔

(۷) — ایک ستم یہ بھی ہے کہ ان اجتماعات میں شریک ہونے والے بہت سے حضرات اس مُقدّس موضوع کا بھی احترام نہیں کرتے جس کے لیے یہ اجتماع منعقد ہوا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات مقرّرین اور سامعین اس مقدّس اجتماع میں بھی غیر شرعی لباس پہن کر شریک ہوتے ہیں، اسٹیج کی وضع، کرسیوں کی ہیئت اور نشست کے انداز میں بھی سُنّت سے قریب ہونے کے بجائے دشمنانِ اسلام ہی کی نقالی کی جاتی ہے۔ دعوت نامے انگریزی میں جاری ہوتے ہیں، مقالے انگریزی میں پڑھے جاتے ہیں، محفلِ سیرت کو انگریزی وضع پر سجایا جاتا ہے، اگر محفل کے دوران یا بعد کچھ کھانے پینے کا انتظام ہو تو اس میں بھی مسنون طریقوں کو چھوڑ کر انگریزی طریقہ اپنایا جاتا ہے، بلکہ اگر کوئی شخص ایسی محفلوں میں مسنون طریقہ اختیار کرنا بھی چاہے تو اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی جاتی۔ غرض ان جلسہ گاہوں میں آرائش و زیبائش سے لے کر شرکاء کی وضع قطع اور قول و فعل کے انداز تک کسی بھی چیز میں اتباعِ سُنّت کی کوئی جھلک نظر آنے

کے بجائے ہر چیز پر مغربیّت کا تمغۂ امتیاز نظر آتا ہے۔

کاش ! کہ جس ذاتِ عالی صفات کی سیرت پر یہ سارا زبانی جمع خرچ کیا جاتا ہے اس کے اُسوۂ حَسَنہ کو علم و عمل، اخلاق و کردار اور تہذیب و معاشرت کے دائرے میں عملی طور پر اپنانے کی بھی کسی بندۂ خدا کو توفیق ہو جائے۔

(۸) — سیرت طیّبہ کے موضوع پر جو عوامی جلسے منعقد ہوتے ہیں اُن میں اگرچہ مذکورۂ بالا مفاسد کم ہوتے ہیں ، لیکن اب ان جلسوں میں بھی یہ مفاسد بڑھتے جا رہے ہیں، نمازوں کا نقصان، منتظمین اور مقرّرین کی غیر شرعی وضع و قطع، آرائش و زیبائش پر فضول اخراجات وغیرہ ان جلسوں میں بھی اب نمایاں ہو رہے ہیں۔

(۹) — ان جلسوں میں کی جانے والی تقریروں کا انداز بھی اب ایسا ہو گیا ہے کہ ان سے سننے والوں کو عملی فائدہ حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے، اگر ان جلسوں میں فرقہ وارانہ بحثوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اور ان بحثوں کے دوران مخالف فرقوں پر طعن و تشنیع ، بلکہ بعض اوقات دشنام طرازی بھی کی جاتی ہے، کبھی شخصیّات کو موضوع بنا کر ان پر طنز و تعریض کے نشتر چلائے جاتے ہیں، اور زیادہ تر توجّہ اس طرف رہتی ہے کہ تقریر زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور لچھّے دار ہو، لیکن سامعین کو کوئی عملی پیغام دینے کی طرف توجّہ نہیں ہوتی. بلکہ بعض دو دو تین تین گھنٹے کی تقریروں کا تجزیہ کیا جائے تو سیرتِ طیّبہ کا عُنصر آٹے میں نمک سے زیادہ نہیں ہوتا۔

(۱۰) — قیامت بالائے قیامت یہ ہے کہ سیرتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نام پر اب بڑے بڑے جلوس نکالے جاتے ہیں جن کے شور کے آگے مساجد کی اذانیں بھی پست ہو جاتی ہیں، مسجدیں خالی پڑی ہوتی ہیں اور سڑکوں پر ہنگامہ آرائی ہوتی ہے، جگہ جگہ خانۂ کعبہ اور روضۂ مُبارک کی شبیہیں بنائی جاتی ہیں اور ناواقف مرد اور عورتیں اِن پر نذرانے پیش کرتے ہیں. منّتیں مانتے ہیں. اِن جاہلانہ رسموں کا نہ صرف یہ کہ دین سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ تمام باتیں دین کو لہو و لعب کا ذریعہ بنانے کے مُترادف ہیں اور ان سے پرہیز کرنا ضروری ہے انتہائی ضروری ہے۔

(۱۱) — ماہِ ربیع الاوّل کے دوران ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خلافِ شریعت پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں، غضب بالائے غضب یہ کہ نوجوان عورتیں برہنہ سر، غیر شرعی لباس میں ملبوس بزعمِ خود بڑے جذبۂ تقدّس کے ساتھ حمد و نعت ترنّم اور خوش گلوئی کے ساتھ سامعین کے سامنے بے محابا پیش کرتی ہیں اور بعض مرتبہ اس کے ساتھ ساز اور موسیقی کو بھی شامل کیا جاتا ہے، حالانکہ اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکامات ان کے گناہِ کبیرہ ہونے پر ناطق ہیں۔

(۱۲) — یہ بھی مشاہدے میں آ رہا ہے کہ سڑکوں پر ایک طرف تو سیرتِ نبوی ص کے جلسے منعقد ہو رہے ہیں اور دوسری طرف گرد و پیش کے مکانوں اور دکانوں پر ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈروں کے ذریعے راگ راگنی کے مختلف فحش پروگرام بآوازِ بلند نشر کیے جا رہے ہیں۔ یہ ہماری بے حسی نہیں تو اور کیا ہے ؟

یہ ہماری ان سنگین بدعنوانیوں میں سے چند ایک کی مختصر فہرست ہے جن کا ہم آجکل سیرت النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقدّس نام پر کھُلے بندوں ارتکاب کر رہے ہیں۔ خدا کے لیے ہم اپنی جانوں پر رحم کر کے ان مفاسد کے سدِّ باب میں لگ جائیں، ورنہ خدا جانے سیرتِ طیّبہ کی یہ بے حرمتی ہمیں تباہی کے کِس غار میں لے جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ ہمارے عام مسلمانوں کے عقائد ، اعمال درست کرنے کے لیئے کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے، نہ تعلیم گاہوں میں کوئی خاص انتظام ہے اور نہ علماء کے وعظ و تلقین کا کوئی سلسلہ ہے، جب دینی مطالبات پورے نہیں ہوتے تو پھر عوام جس روش پر بھی پڑ جائیں ان کے لیے ہزاروں راستے گمراہی کے کھلے ہوتے ہیں۔

اس معاملہ میں کچھ باتیں تو حکومت کے کرنے کی ہیں، حکومت اپنے اقتدار اور اختیارات سے منکرات، فواحشاتِ شرعیہ کو روک سکتی ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری عُلماء، صلحاء کی ہے، وہ ایسے طریقے تبلیغ و اِصلاح کے اختیار کریں جو تقاضائے وقت کے لحاظ سے مؤثر ہوں اور پھر بہی خواہان قوم و ملّت مسلمانوں کی تمدّنی و معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیئے اپنی تقریروں اور تحریروں سے کام لیں اور سیرت کانفرنسیں مسلمانوں میں نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنّتوں کا احیاء کریں تاکہ مسلمانوں میں شعورِ دینی بیدار ہوتا رہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی بیداری کے لیئے مختلف جماعتوں اور صحافت کے ذریعہ سے دین کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے مگر وہ اس قدر محدود اور غیر مؤثر ہے کہ خاطر خواہ نفع نہیں معلوم ہوتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دورِ حاضر کا سب سے خطرناک فِتنہ نشر و اشاعت کے آلات ہیں، ریڈیو، ٹیلیوژن کے حیاسوز پروگرام اور فحش لٹریچر کی اشاعت ملک و قوم کی اخلاقی و تمدّنی زندگی برباد کر رہے ہیں، ان کا انسداد بہت اہم ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ! اپنے محبوب نبی الرّحمۃ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُمّت پر رحم فرمائیے، ہم لوگ جو اپنی نادانی اور بے علمی کی وجہ سے آزادانہ طور پر شعور و شعائرِ اسلام سے بیگانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں؛ اور ہم تہذیبِ حاضرہ کے دِلکش معاشرہ سے مغلوب ہو کر صراطِ مستقیم سے ہٹ کر مغضوبین اور ضالّین کی سرحد میں قدم ڈال رہے ہیں، یا اللہ ! ہم کو محض اپنے فضل و کرم سے رُشد و ھدایت عطا فرما کر پھر صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائیے اور ہم کو دنیا و آخرت کے خسارہ اور بربادی سے بچا لیجئے۔

مسلمانوں کے خواص و عوام میں جذبۂ ایمانی بیدار فرما دیجئے اور اُصولِ اسلام پر کاربند ہونے کی توفیقِ راسخ عطا فرمائیے اور اشاعتِ دینِ متین کے لیئے ذرائع و وسائل آسان اور مُوثر بنا دیجئے۔

○ محسنِ انسانیت سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اظہارِ عقیدت و محبّت صرف اس صورت میں ہی ممکن ہے کہ ہم حضور ص کی سُنّتوں پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔

○ ہمارا لباس، ہمارا حلیہ، ہمارا اخلاق، ہمارے معاملات اور تمام افعال و اقوال مُطابقِ سُنّت ہوں، محبّت کا دعویٰ تب ہی مکمّل ہو سکتا ہے کہ جب ظاہر و باطن پر محبوب ص کا رنگ غالب ہو۔

○ جلسے، جلوس، آرائش و نمائش محض ظاہر داری ہے اور اگر اس کی وجہ سے فرائض میں غفلت ہو یعنی نماز قضا ہو جائے یا مخلوط اجتماعات ہوں تو یہ مزید وبال کا باعث ہے۔

○ فرائض کی ادائیگی اور سُنّت مُبارکہ کے اصولوں کے تحت سنجیدہ مجالس و محافل اور جلسے منعقد ہوں جس میں مقرّرین اور دعوتِ دین پیش کرنے والے حضرات خود بھی اتباعِ سُنّت کے پابند ہوں تو ایسی مجالس باعثِ خیر و برکات ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے آمین

بقیہ : احکام القرآن

قریباً ۶۷ برس پہلے شائع ہوا — اب اس کتاب کا حصول ایک مسئلہ تھا اور آج کے مخصوص حالات میں اس کی مانگ کا بڑھنا تعجب خیز نہ تھا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیائے اسلام انگڑائی لے رہی ہے اور ہر مسلم ملک میں اسلامی نظام حیات سے متعلق گفتگو جاری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا منبع تو قرآن شریف ہی ہے، یہ ہماری کس طرح رہنمائی کرتا ہے — اس پر یہ کتاب سب سے اہم تھی۔ اس ضرورت کو لاہور کی سہیل اکادمی کے باہمت مالکان نے محسوس کیا اور پھر ایک طویل عرصہ کی محنت کے بعد اس نسخہ کو اس انداز سے چھاپا کہ اس کے معنوی کمالات تو بہرحال اپنی جگہ ہیں ظاہری سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔

ہمارے خیال میں ہمارے ملک کے علماء، اربابِ دانش و وکلاء اور جج حضرات سبھی کی یہ ضرورت تھی اور الحمدللہ یہ ضرورت پوری ہو گئی۔ اگلا مرحلہ اس کے اردو ترجمہ کا ہے تاکہ اس کا نفع عام ہو — دیکھیں یہ سعادت کس کے مقدّر میں آتی ہے — سہیل اکادمی محمد علی این مارکیٹ لاہور اربابِ علم کے شکریہ کی مستحق ہے جس نے محض ۔/۳۳۰ روپے میں اس عظیم کتاب کو فراہم کر دیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ

بقیہ : نظام عدل

نظام کا قیام بہت آسان ہے۔

اور ایک بار پھر یہ بات سن لیں کہ اس کا مفہوم محض عدالتی نظام کی اصلاح ہی نہیں کہ اسے مختلف دائروں سے نکال کر ایک دائرے میں لایا جائے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عقائد سے لے کر اخلاق و معاملات تک پورے دائرہ کی اصلاح ہو اور اس طرح کہ حکیم ہند شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے الفاظ میں فک کل نظام کا فلسفہ اپنایا جائے اسی میں ہماری خیر ہے اور اسی میں فلاح۔

۲۲ نومبر ۱۹۸۲ء کو شیخ التفسیرؒ ہال میں

اسلام کا اقتصادی نظام اور پاکستانی معیشت

کے موضوع پر مولانا محمد متین ہاشمی ریسرچ سکالر دیال سنگھ لائبریری لاہور کا پہلا لیکچر

خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا محمد متین ہاشمی نے فرمایا :۔

محترم حضرات ! ابھی سیکرٹری صاحب نے آپ کے سامنے پروگرام کی غرض و غایت بیان کی اور اس لیکچر کے بیان کے مقاصد بھی آپ کے سامنے تفصیل سے رکھے۔ جس موضوع پر مجھے خیالات کا اظہار کرنا ہے وہ ہے "اسلام کا اقتصادی نظام اور پاکستانی معیشت"۔ مجھے زیادہ خوشی ہے کہ آپ اگر میرے خیالات سننے کے بعد اس موضوع سے متعلق سوالات کریں تاکہ ذہنی شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جا سکے۔

محترم حضرات ! ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلام کے صرف اقتصادی ہی نہیں بلکہ سارے پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ اور معاشرے کے سامنے اسے رکھیں۔ مجھ سمیت آپ سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ بیرون ملک اور اندرون ملک اسلام کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں انہیں کامیاب بنانا ہم سب کا فرض ہے۔

محترم حضرات ! اگر ملک میں اسلام کے نظام کو مکمل طور پر برپا کرنا ہے تو اسلام کے اقتصادی نظام کو پہلے برپا کرنا ہو گا۔ عملی زندگی میں اس کے لئے کیا ذمہ داریاں ہوں گی۔ ان پر غور کرنا ہو گا۔

اسلام کے معنی نظام حیات CODE OF LIFE یعنی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہونا ہے۔ یعنی من المھد الی اللحد (یعنی ماں کی گود سے قبر تک) زندگی کے ہر شعبے میں اسلام راہنمائی کرتا ہے۔ انسانی زندگی میں جو کچھ اختلافات، تصورات، اعتقادات، ہر شعبے اور ہر کیفیت میں اسلام راہبری کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے اللہ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ، اسلام میں آنا ہے تو پوری طرح آنا چاہئے۔

دورِ غلامی میں ہم پر بڑی مصیبت یہ آئی کہ ہم نے دین کو زندگی کے دوسرے معاملات سے جدا کر دیا ہے۔ عیسائیوں کی بہت سی چیزیں ہم میں آ گئی ہیں۔ عیسائیت میں دیکھو! اصول یہ ہے کہ چرچ کا حصّہ چرچ کو دے دو۔ سیزر کا حصّہ سیزر کو دے دو۔ مرتے وقت پادری کو بلاؤ، گناہ کا اعتراف کرو۔ اور پادری وہاں گناہ کو معاف کر دے گا۔ کچھ گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاف کروا کر چلے گئے اور کچھ پادری معاف کروا دے گا۔ دورِ غلامی میں سب سے بڑی چیز جو ہم نے کھوئی وہ دین اور دنیا کا علیٰحدہ علیٰحدہ تصوّر ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارا جو نظام مکمل شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا تھا۔ اللہ نے صاف صاف فرما دیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یہ تصوّر پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے۔ جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح حلال روزی کمانا فرض ہے۔ "دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ محنت سے روزی کمانے والا اللہ کے ہاں محبوب ہے

حلال کمائی والے کا حشر انبیاء و مرسلین کے ساتھ ہو گا۔ اسلام نے دین کو دنیا سے علٰحدہ نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ بھی نیکی میں شمار ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں معاش ایک اہم عنصر ہے۔ ہو سکتا ہے غریبی آپ کو کافر بنا دے۔ آدمی جب غریب ہوتا ہے تو لوگ لالچ دے کر اسے صحیح راستے سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور اگر اسلام اس کا صحیح حل نہ دے تو اسلام مکمل دین نہیں ہے۔

جب انسان دنیا میں آیا ایک قبیلہ ایک جگہ آباد ہوا تو دوسرا دوسری جگہ آباد ہوتا چلا گیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ اصول بن گیا کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ ملک میں جو زیادہ طاقتور تھا اس نے غلبہ حاصل کر لیا اور عوام کو اپنا غلام بنا لیا اور پھر یہ ہوا کہ جس کے پاس جتنی بڑی فوج تھی اسے اتنی بڑی زمین دے دی گئی۔ چنانچہ پھر جب کوئی اس علاقہ کا حاکم بن گیا تو لوگ اس سے ڈرنے لگے۔ ایک آدمی جس کی گھٹی میں عیش و عشرت پڑ جاتے تو اس کی ہوس اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ البالغہ میں لکھا ہے کہ اس وقت جس کی ملکیت ایک لاکھ سے کم ہوتی تھی اس سے کوئی بات کرنے کو تیار نہ تھا مکار لوگوں نے جب دیکھا کہ کھیت میں ہل چلانے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا تو اب دو چار نقش بنا دو تو خوب عیش و عشرت ہو گی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت جس کو شاعری بھی نہیں آتی اور وہ محنت کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سروں میں خاک ڈالی، اپنا حلیہ بگاڑا اور تعویذ دینے شروع کر دئے۔ اور ان لوگوں نے جو عیش اڑائی ان کے لئے یہ سب کچھ مزدور نے محنت کر کے مہیا کیا۔ اس نے کڑاکے کی دھوپ میں ہل چلائے اور سخت سردی میں فصل کاٹی۔ گرم بھٹی کے پاس کھڑے ہو کر لہو اور پسینے سے روزی کمائی اور حالت یہ ہے کہ سب تکالیف برداشت کرنے کے بعد وہ اپنے گھر والوں کو دو وقت کا کھانا بھی نہیں دے سکتا اور مجبوری کی وجہ سے مزارع اپنے زمیندار کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور ہے اور اس طرح ایسا طبقہ بھی پیدا ہو گیا کہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو سو غلاموں کو قتل کروا دیا۔ آپ "FALL OF THE ROMAN AMPIRE" پڑھ کر دیکھئے۔ یہ حال ہے روم اور ایران کا جو اس زمانے میں متمدّن ترین اقوام تھیں۔ ان حالات میں اللہ کی غیرت کو جوش آنا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا جس طرح کمہار کو اپنے تمام برتن عزیز ہوتے ہیں اور مصوّر کو اپنی بنائی ہوئی تصویر سے پیار ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق عزیز ہے۔ اللہ نے جب دیکھا کہ بعض لوگوں نے انسانیت کے بہت بڑے طبقے کو غلام بنا دیا تو پھر فاران کی چوٹی سے ایک صدا بلند ہوئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ سرداری، عزت اور دولت تو ہمارے پاس تھی لیکن پیغمبری ایک غریب اور یتیم کو دے دی گئی۔ لیکن اللہ جانتا تھا کہ جس نے غربت دیکھی ہو گی وہی غریب کا احساس کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طبقے سے کائنات کا سب سے بڑا پیغمبر پیدا کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ صرف اللہ کے آگے سر جھکاؤ، اسی کو اپنا معبود بناؤ، وہی حیات اور موت دینے والا ہے۔ اور تمام قوتوں کا مرکز وہی ہے۔ انسانیت کے تمام طبقے جو کچلے گئے تھے۔ آپؐ نے انہیں سینے سے لگایا۔ جس کے لئے کوئی سہارا نہ تھا آپؐ اس کے لئے سہارا بنے۔ آپؐ نے انسانیت کو ایسا

سلسلہ وار لیکچرز

۲۲ نومبر ۱۹۸۲ء کو شیخ التفسیر ہال میں

اسلام کا اقتصادی نظام اور پاکستانی معیشت

کے موضوع پر مولانا محمد متین ہاشمی ریسرچ سکالر دیال سنگھ لائبریری لاہور کا پہلا لیکچر

خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا محمد متین ہاشمی نے فرمایا :-

محترم حضرات! ابھی سیکرٹری صاحب نے آپ کے سامنے پروگرام کی غرض و غایت بیان کی اور اس لیکچر کے بیان کے مقاصد بھی آپ کے سامنے تفصیل سے رکھے۔ جس موضوع پر مجھے خیالات کا اظہار کرنا ہے وہ ہے "اسلام کا اقتصادی نظام اور پاکستانی معیشت"۔ مجھے زیادہ خوشی ہے کہ آپ اگر میرے خیالات سننے کے بعد اس موضوع سے متعلق سوالات کریں تاکہ ذہنی شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جا سکے۔

محترم حضرات! ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلام کے صرف اقتصادی ہی نہیں بلکہ سارے پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ اور معاشرے کے سامنے اسے رکھیں۔ مجھ سمیت آپ سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ بیرون ملک اور اندرون ملک اسلام کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں انہیں کامیاب بنانا ہم سب کا فرض ہے۔

محترم حضرات! اگر ملک میں اسلام کے نظام کو مکمل طور پر برپا کرنا ہے تو اسلام کے اقتصادی نظام کو پہلے برپا کرنا ہوگا۔ عملی زندگی میں اس کے لئے کیا ذمہ داریاں ہوں گی۔ ان پر غور کرنا ہوگا۔

اسلام کے معنی نظام حیات CODE OF LIFE یعنی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہونا ہے۔ یعنی من المھد الی اللحد (یعنی ماں کی گود سے قبر تک) زندگی کے ہر شعبے میں اسلام راہنمائی کرتا ہے۔ انسانی زندگی میں جو کچھ اختلافات، تصورات، اعتقادات، ہر شعبے اور ہر کیفیت میں اسلام راہبری کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے اللہ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ، اسلام میں آتا ہے تو پوری طرح آنا چاہئے۔

دورِ غلامی میں ہم پر بڑی مصیبت یہ آئی کہ ہم نے دین کو زندگی کے دوسرے معاملات سے جدا کر دیا ہے۔ عیسائیوں کی بہت سی چیزیں ہم میں آ گئی ہیں۔ عیسائیت میں دیکھو! اصول یہ ہے کہ چرچ کا حصّہ چرچ کو دے دو۔ سیزر کا حصّہ سیزر کو دے دو۔ مرتے وقت پادری کو بلاؤ، گناہ کا اعتراف کرو۔ اور پادری وہاں گناہ کو معاف کر دے گا۔ کچھ گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاف کروا کر چلے گئے اور کچھ پادری معاف کروا دے گا۔ دورِ غلامی میں سب سے بڑی چیز جو ہم نے کھوئی وہ دین اور دنیا کا علیٰحدہ علیٰحدہ تصوّر ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارا جو نظام مکمل شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا تھا۔ اللہ نے صاف صاف فرما دیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یہ تصوّر پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے۔ جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح حلال روزی کمانا فرض ہے۔ "دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ محنت سے روزی کمانے والا اللہ کے ہاں محبوب ہے

حلال کمائی والے کا حشر انبیاء و مرسلین کے ساتھ ہوگا۔ اسلام نے دین کو دنیا سے علیٰحدہ نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ بھی نیکی میں شمار ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں معاش ایک اہم عنصر ہے۔ ہو سکتا ہے غریبی آپ کو کافر بنا دے۔ آدمی جب غریب ہوتا ہے تو لوگ لالچ دے کر اسے صحیح راستے سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور اگر اسلام اس کا صحیح حل نہ دے تو اسلام مکمل دین نہیں ہے۔

جب انسان دنیا میں آیا ایک قبیلہ ایک جگہ آباد ہوا تو دوسرا دوسری جگہ آباد ہوتا چلا گیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ اصول بن گیا کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ ملک میں جو زیادہ طاقتور تھا اس نے غلبہ حاصل کر لیا اور عوام کو اپنا غلام بنا لیا اور پھر یہ ہوا کہ جس کے پاس جتنی بڑی فوج تھی اسے اتنی بڑی زمین دے دی گئی۔ چنانچہ پھر جب کوئی اس علاقہ کا حاکم بن گیا تو لوگ اس سے ڈرنے لگے۔ ایک آدمی جس کی گھٹی میں عیش و عشرت پڑ جائے تو اس کی ہوس اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ البالغہ میں لکھا ہے کہ اس وقت جس کی ملکیت ایک لاکھ سے کم ہوتی تھی اس سے کوئی بات کرنے کو تیار نہ تھا مکار لوگوں نے جب دیکھا کہ کھیت میں ہل چلانے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا تو اب دو چار نقش بنا دو تو خوب عیش و عشرت ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت جس کو شاعری بھی نہیں آتی اور وہ محنت کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سروں میں خاک ڈالی، اپنا حلیہ بگاڑا اور تعویذ دینے شروع کر دئے۔ اور ان لوگوں نے جو عیش اڑائی ان کے لئے یہ سب کچھ مزدور نے محنت کر کے مہیا کیا۔ اس نے کڑاکے کی دھوپ میں ہل چلائے اور سخت سردی میں فصل کاٹی۔ گرم بھٹی کے پاس کھڑے ہو کر لہو اور پسینے سے روزی کمائی اور حالت یہ ہے کہ سب تکالیف برداشت کرنے کے بعد وہ اپنے گھر والوں کو دو وقت کا کھانا بھی نہیں دے سکتا اور مجبوری کی وجہ سے مزارع اپنے زمیندار کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور ہے اور اس طرح ایسا طبقہ بھی پیدا ہو گیا کہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو سو غلاموں کو قتل کروا دیا۔ آپ "FALL OF THE ROMAN AMPIRE" پڑھ کر دیکھئے۔

یہ حال ہے روم اور ایران کا جو اس زمانے میں متمدّن ترین اقوام تھیں۔ ان حالات میں اللہ کی غیرت کو جوش آنا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا جس طرح کمہار کو اپنے تمام برتن عزیز ہوتے ہیں اور مصوّر کو اپنی بنائی ہوئی تصویر سے پیار ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق عزیز ہے۔ اللہ نے جب دیکھا کہ بعض لوگوں نے انسانیت کے بہت بڑے طبقے کو غلام بنا دیا تو پھر فاران کی چوٹی سے ایک صدا بلند ہوئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ سرداری، عزت اور دولت تو ہمارے پاس تھی لیکن پیغمبری ایک غریب اور یتیم کو دے دی گئی۔ لیکن اللہ جانتا تھا کہ جس نے غربت دیکھی ہوگی وہی غریب کا احساس کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طبقے سے کائنات کا سب سے بڑا پیغمبر پیدا کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ صرف اللہ کے آگے سر جھکاؤ، اسی کو اپنا معبود بناؤ، وہی حیات اور موت دینے والا ہے۔ اور تمام قوتوں کا مرکز وہی ہے۔ انسانیت کے تمام طبقے جو کچلے گئے تھے۔ آپؐ نے انہیں سینے سے لگایا۔ جس کے لئے کوئی سہارا نہ تھا آپؐ اس کے لئے سہارا بنے۔ آپؐ نے انسانیت کو ایسا

وقار بخشا کہ پھر ان میں امام ابو حنیفہؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور بایزید بسطامیؒ پیدا ہوئے۔ آپ نے جبر و استحصال کا دنیا سے خاتمہ کر دیا جب یہ نظام متعارف ہونا شروع ہُوا تو باطل نظاموں نے ٹکراؤ شروع کر دیا۔ آپ نے معاشی نظام کو دنیا میں متعارف کرایا۔ اصول یہ رکھے،

پہلا اصول"؛ جو اسلام میں حاکم ہوگا وہ معاشرے کے ہر فرد کی معاش کا ذمہ دار ہوگا۔

دوسرا اصول:۔ کسی کے حق پر بالجبر کوئی آدمی قبضہ نہیں کر سکے گا۔

تیسرا اصول: جن لوگوں نے وسائل معاش پر قبضہ کر رکھا ہے ان کو قبضے سے محروم کر دیا جائیگا اور وسائل معاش کو خلقِ خدا میں مشترک بنا دیا جائے گا۔

چوتھا اصول: سرمایہ اور محنت کے درمیان توازن قائم کیا جائیگا۔"

ان نکات کے حصول کے لئے اسلام نے پہلی بات حقِ معیشت میں مساوات رکھی ہے۔ درجاتِ معیشت میں مساوات نہیں ہے۔ ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اپنی معاش زمین سے حاصل کرے، اور کسی کو حق نہیں کہ وہ اسے روکے۔ فضیلت درجات معیشت میں ہے حق معیشت میں نہیں۔

سوشلزم کا یہ نعرہ کہ:۔ "دولت کی مساویانہ تقسیم" بالکل غلط ہے۔ یہ غیر فطری چیز ہے یہ "AMPOSSIBLE" (ناممکن) ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی صلاحیت یکساں نہیں ہے۔ پانچ انگلیاں ایک جیسی نہیں ہیں۔ انسانی صلاحیتیں اگر مساوی نہیں ہیں تو معیشت کیسے برابر ہو سکتی ہے۔ "EQUAL DISTRIBUTION OF WEALTH" (دولت کی مساویانہ تقسیم) کبھی نہیں ہو سکتی۔ روس جو اپنے آپ کو سوشلزم کا علمبردار کہتا ہے وہاں ایک مزدور کی تنخواہ چار سو روبیل اور ایک مل کے ڈائریکٹر کی تنخواہ ۲۶۰۰۰/- روبیل ہے۔ روس میں نوّے روبیل کی ایک قمیص اور چار روبیل کی ایک مکھن کی ٹکیا آتی ہے۔ وہاں دولت کی مساویانہ تقسیم کا نعرہ سرے سے ہی غلط ہے۔ وہاں صرف ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ یاد رکھو ڈائن اپنی توجہ مکمل کرنے کے بعد پہلے اپنی بچی کو کھاتی ہے۔ سوشلزم جو لاتا ہے پہلے اسے ہی کھاتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ معیشت کے حق میں سب برابر ہیں۔ وَمَا من دابۃٍ فی الارض الّا علی اللہ رزقھا۔ اللہ تعالےٰ رزق کا کفیل ہے۔ ہم نے تمہارے لئے زمین پر معیشت بنائی ہے۔ لیکن واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض علی الرزق۔ ہم نے تقسیم کیا ان کے درمیان ان کی معیشت کو اگر سب انسان کھانے میں برابر نہیں تو کمانے میں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ حق معیشت میں سب برابر ہیں۔

محترم دوستو! اللہ کا دین یقین کی قوت سے برپا ہوگا — اسلام کہتا ہے کہ صرف اپنے لئے نہ کمانا بلکہ جو لوگ کمانے کے قابل نہیں ان کے اخراجات کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔ اسلام نے معیشت کو کنٹرول کرنے کے لئے منفی اور مثبت دونوں طرح کے اقدامات تجویز کئے ہیں۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ فی الواقع حریص پیدا ہُوا ہے اور جو چیز فطرت میں ہو اللہ اُسے مٹانا نہیں چاہتا بلکہ اُسے کنٹرول کرتا ہے —— "واللہ حسن المآب"۔

مال و دولت اور بال بچوں کی خواہش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ انسان کی فطرت میں جب طمع شامل ہے۔ تو وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اسی کوشش میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت ایک ہاتھ میں جمع نہ ہو۔ بلکہ ایک ہاتھ سے نکل کر تقسیم ہوتی چلی جائے۔ دوسرے الفاظ میں CONSENTRATION OF WEALTH" نہ ہونے پائے۔

(دولت ایک جگہ جمع نہ ہونے پائے)۔

متقی ہونے کے لئے جہاں عبادات ضروری ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ اللہ نے تمہیں جو روزی دی ہے اُسے دوسروں میں بھی تقسیم کرو۔ اسلام نے چند حدود نافذ کر دی ہیں ان سے نکلنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ امیر اور غریب میں جو تفاوت پیدا ہو گیا ہے یہ پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام کے مقابلے میں دنیا میں جو نظام چل رہا ہے ان میں دولت کی مساویانہ تقسیم بالکل نہیں ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں صرف ایک آدمی دولت کا ٹھیکیدار بن جاتا ہے جبکہ اشتراکی نظام میں ایک جماعت دولت پر مرکوز ہوتی ہے لیکن اسلام نے آدمی کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا۔

ہمارے ملک میں ایک محتاط اندازے کے مطابق عشر سے چار ارب روپے اور زکوٰۃ سے تین ارب روپے سالانہ حاصل ہوں گے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر صرف پانچ ارب روپے امیر لوگوں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کر دیتے جائیں تو بہت سارے حالات سدھر جائیں۔

دیکھیئے! جب اسلام کے نظام کا دور دورہ تھا تو زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملا کرتا تھا یمن کا گورنر بار بار لکھ رہا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کو کیا کروں؟ لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ مَیں اسے کہاں خرچ کروں؟ کوئی لینے کو تیار نہیں۔ دیکھئے پھر یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے تو موجود ہوتے ہیں لیکن لینے والے کوئی نہیں ملتے۔

میرے محترم دوستو! آخر میں آپ سے یہی گذارش کروں گا کہ آپ حضرات رائے عامہ کے ذریعہ حکومت کو اس نیک مقصد کے لئے تیار کریں تاکہ صحیح نظام نافذ ہو سکے۔ ہم اصل میں قرآن کے علمبردار ہیں۔ اگر کوئی اسے لے کر چلے گا تو ہم اس کے ساتھ تعاون کریں گے اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرے گا تو ہم اس کے خلاف جہاد کریں گے

وما علینا الا البلاغ

بقیہ : مجلس ذکر

اور اس کی بلاکت دین کی مخالفت میں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہر نیک کام کی ابتدا میں نیک نیت کرنا ہی اس کا حق ادا کرنا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکنا اور دور رکھنا جنت کی چابی ہے۔

عزیزانِ گرامی! یہ اتنی واضح اور ٹھوس تعلیم ہے کہ حضرت مخدوم ہجویرؒ کی پوری زندگی کا مرقع اور عکس سامنے آ جاتا ہے۔ ان سے تعلق کا حق تب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ آدمی ان کی تعلیمات کو اپنائے اور اس پر عمل کرے۔ ورنہ دعوائے تعلق بے سود ہے۔ ان کو دنیا سے گئے ہوئے صدیاں بیت گئیں لیکن ان کا نام زندہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالےٰ کے راستے میں گذاری اور جو اس طرح زندگی گذارتا ہے وہ مرتا نہیں —— لیکن آج کے لوگ ان کے نام پر جو کر رہے ہیں وہ شرمناک ہے اور اس سے جتنی جلدی توبہ کر لی جائے بہتر ہے ورنہ ربّ کائنات کی ناراضی و غصہ لازمی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے دین پر چلائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

انتقالِ پُرملال

حضرت دامت مجدھم کے ایک بہت ہی قریبی صاحب تعلق جناب عبدالرؤف صاحب کے جواں عمر خالہ زاد بھائی جاوید ولد سعید صاحب گذشتہ دنوں لاہور میں وفات پا گئے۔ عبدالرؤف صاحب کویت میں مقیم ہیں اور سلسلہ قادریہ کی تقاریب و مجالس میں بڑی پابندی سے شریک ہوتے اور متحرک رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور دوسرے اعزہ کو صبر جمیل سے نوازے اور مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ کے جملہ کارکن اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ (ادارہ)

محمد سعید الرحمٰن علوی

نشریہ ریڈیو پاکستان ۔ لاہور
۱۱ر نومبر ۱۹۸۲ء

اسلامی نظام عدل کا نفاذ

بعد از خطبہ مسنونہ ـــــ

محترم سامعین آج کی معروضات کا عنوان ہے اسلامی نظام عدل کا نفاذ، لفظ عدل قرآن عزیز میں گیارہ مرتبہ وارد ہوا ہے اور علماء لغت نے اس کے چند معانی لکھے ہیں مثلاً عوض، بدلہ، معاوضہ، انصاف، برابر، معاملات میں میانہ روی سے کام لینا اور مرد صالح، سورۃ النحل کی آیت کریمہ ۹۰ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ تعالیٰ کے دور سے اب تک برابر خطبات جمعہ و عیدین میں پڑھی جاتی ہے اس میں دو لفظ ذکر کئے گئے ہیں عدل اور احسان ۔ ارباب سیرت حضور نبی مکرم رحمت دو عالم قائدنا الاعظم محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ کی اخلاقی تعلیمات کے ضمن میں ان دونوں لفظوں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قانون کی بنیاد درحقیقت عدل پر ہے عدل کے معنی برابر کے ہیں جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ اتنی ہی برائی کی جائے یہ عدل ہے اور اس کو چھوڑ دینا اور معاف کر دینا اور درگزر کرنا یہ احسان ہے ۔ اسلام میں ان دونوں کے الگ الگ مراتب ہیں ۔ قانون عدل کو جماعت اور سلطنت کے ہاتھ میں اس نے دیا ہے یہ کسی ایک شخص کا کام نہیں ہے اور احسان ہر شخص کے ہاتھ میں ہے اور یہ محض شخصی معاملہ ہے۔ قانون عدل ہی پر جماعت اور حکومت کا نظام قائم ہے اگر اس کو مٹا دیا جائے تو جماعت اور حکومت کا شیرازہ بکھر جائے ۔ اور کسی کی جان و مال و آبرو سلامت نہ رہے ـــ اسلام کے قانون عدل کے فوائد اور منافع کا ذکر کرتے ہوئے ارباب سیرت یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا سے قانون کو سرے سے مٹا دینا کبھی بھی قابل عمل نہیں رہا اور نہ ہی اس کے بغیر محض اخلاق کے بھروسہ پر امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی برائیوں کی روک تھام ممکن ہے ـــ

قرآن عزیز اس مسئلہ پر اتنا حساس ہے کہ وہ دوست، دشمن، اپنے بیگانے کسی کی تمیز کے بغیر سب کے معاملہ میں عدل و انصاف کی تلقین کرتا ہے ۔ المائدہ کی آیت ۸ میں ارشاد ہوا:

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے خبردار ہے ۔

اور النساء کی آیت ۱۳۵ میں فرمایا:

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اللہ کی طرف گواہی دو اگرچہ اپنی جانوں پر ہو یا ماں باپ اور رشتہ داروں پر، اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے سو تم انصاف کرنے پر دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

ان قرآنی ارشادات کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے ایک خادم قرآن و سنت

کی ان نگارشات پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالیں جو اس ضمن میں انہوں نے لکھیں ۔ بقول ان کے:

کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان دو میں سے کسی میں ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو تو اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں، اور اس سے وہ معنی پیدا ہوتے ہیں جن میں ہم اس لفظ کو اپنی زبان میں بولتے ہیں یعنی جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں اس میں سچائی کا میزان کسی طرف جھکنے نہ پائے اور وہی بات کہی اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اترے۔

عدل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ یہ خود اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور جن روایات صحیحہ میں حضرت حق جل و علی مجدہ کے ننانوے نام گنوائے گئے ہیں ان میں ایک نام العدل بھی ہے علماء نے اس کے معنی یہ بتائے ہیں کہ:

اس کا فیصلہ حق ہوتا ہے، وہ حق بات کہتا ہے اور وہی کرتا ہے جو حق ہے ۔

قرآن پاک میں اس حقیقت کو مختلف پیرایوں میں کتنی بار دہرایا گیا ۔ سورہ مومن میں ہے کہ "اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے" اور سورہ احزاب میں ہے کہ "اللہ حق بات کہتا ہے" گویا ان آیات میں اللہ تعالےٰ کے عدل علمی و قولی کی طرف اشارہ ہے اور الانعام کی ایک آیت میں ان دونوں کو اکٹھا کر کے فرمایا گیا وتمت کلمة ربك صدقا وعدلا ۔

عرف عام میں یہ لفظ محض باہمی تنازعات اور جھگڑوں کو احسن طریق سے نمٹانے کے لئے بولا جاتا ہے لیکن سورۂ آل عمران کی آیت ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل و انصاف صرف نظم و سلطنت ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں عدل کی ضرورت ہے اور نظام عالم محض عدل کی وجہ سے قائم ہے ـــ اس آیت کا ترجمہ ہے:

خدا نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے، وہی خدا انصاف کو لے کر کھڑا ہے ـــ

النحل کی آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان کا سرسری ذکر پہلے آ چکا ہے اس پر غور کریں تو پہلے عدل کا حکم ہے پھر احسان کا، کیونکہ عدل قانون کا تقاضہ ہے اور احسان اخلاق کا مطالبہ ہے ۔ نظم عالم عدل کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور اور سارے عالم کا نظم قائم رکھنا اور اس کی نگہداشت کرنا یہ کسی شخص کی ذاتی تکمیل و منفعت سے زیادہ اہم ہے قرآن عزیز زندگی کے مختلف شعبوں میں عدل پر زور دیتا ہے مثلاً معاشرتی زندگی میں ایک سے زائد خواتین کو نکاح میں رکھنے کی اجازت تو دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیبیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی کو نکاح میں لانا" معاشرے میں یتامیٰ کا طبقہ بڑا مظلوم گنا جاتا ہے اور بات بھی صحیح ہے کہ یہ طبقہ شفقت پدری سے محروم ہونے کے سبب بھرپور ہمدردی کا مستحق ہوتا ہے ۔ قرآن عزیز کو اس طبقہ کی دلداری اتنی عزیز ہے کہ اس نے کہا کہ:

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے ۔

اس سے متصل پہلی آیت میں فرمایا کہ یتیم پر زیادتی کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ کہیں کل ان کی اولاد اس صدمہ سے دوچار نہ ہو جائے ۔

بہرطور اس طبقہ یتامیٰ کے متعلق فرمایا کہ:

خاص کر یتیموں کے حق میں انصاف کو ملحوظ رکھو۔

معاملات پر آپ غور کریں تو روزانہ کی خرید و فروخت ہر انسان کی ضرورت ہے اور خرید و فروخت کا انحصار وزن و پیمانہ پر ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ کر اور پوری پوری تول۔

ناپ تول میں انصاف و دیانت

کا قرآن میں کئی جگہ ذکر آیا ہے اور اس صفت میں الٰہی قانون کی پابندی نہ کرنے پر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذلت وخواری سے دوچار ہونا قرآن میں موجود ہے اُدھر ایسے لوگوں کے لئے ویل اور ہلاکت کی وعید قرآن مجید میں ذکر کی گئی ہے۔

عام معاملات سے آگے عدالتی معاملات میں اس صفت و وصف خاص کی خصوصی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سامنے رکھ کر تحریر دستاویز کے متعلق البقرہ میں ارشاد ہے کہ،

تمہارے باہمی قرار داد کو کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھدے۔

اسی سے متصل ارشاد ربانی ہے،

پھر جس کے ذمہ قرض عائد ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور ہو یا اپنے طور پر ادائے مطلب نہ کر سکتا ہو تو جو اس کا مختار کار ہو وہ انصاف کے ساتھ دستاویز کا مطلب بولتا جائے۔

شہادت یا فیصلہ دو ایسے نازک مقام ہیں جہاں اکثر لوگوں کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں فریق مقدمہ قرابت دار ہو یا اس سے عداوت ہو تو بات بگڑ سکتی ہیں۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہوا کہ "گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا ہو تو جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی کیوں نہ ہو انصاف کا پاس کرو"۔ اور اس ضمن میں المائدہ اور النساء کی آیات اس سے پہلے گذر چکی ہیں۔

یہود و نصاریٰ جیسے کچھ اسلام کے دشمن تھے اور مدینہ طیبہ کی زندگی کے دوران بالخصوص یہود نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے ساتھ جو سلوک کیا، آپ اور آپ کے رفقاء کو پریشان، اس کے پیش نظر شدت جذبات میں کچھ ہو جانا اچنبھے کی بات نہ تھی لیکن یہاں معاملہ خدا کے پیغمبر کا تھا جن کا ہر قول وعمل صبح قیامت تک کی انسانیت کے لئے نمونہ تھا۔ یہ وہی پیغمبر برحق تھے جنہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا تھا کہ میری زبان سے حق کے سوا کوئی لفظ نہیں نکلتا۔ اہل کتاب کی ہر زیادتی اپنی جگہ، ان کا جور وستم اپنی جگہ، حضور علیہ السلام کے قتل کے منصوبے اور آپ کے رفقاء پر بہتان طرازیاں سب اپنی جگہ لیکن دیکھیں سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے کیا کہلوا رہے ہیں،

اور اے پیغمبر کہہ دے کہ میں ہر کتاب کو مانتا ہوں جو اللہ نے اتاری اور مجھے خدا سے یہ حکم ملا ہے کہ میں تمہارے بیچ میں انصاف کروں، اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا، ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ ملنا ہے اور تم کو تمہارے کاموں کا۔ ہم میں تم میں کچھ جھگڑا نہیں اسی کی طرف سب کو پھر جانا ہے۔

یعنی جو سچائی میرے رب کی طرف سے میرے پاس آئی اسے بلا کم وکاست سب تک پہنچانا میرا فرض منصبی ہے اور دینی مخالفت کی بنا پر تمہارے ساتھ نا انصافی کروں، اس سے میری توبہ، نیز جو دستور العمل مقدمات میں تمہارے یہاں چلتا ہے کہ امراء و غرباء کے لئے الگ الگ ضوابط ہیں میں اپنے رب سے اس کی پناہ مانگتا ہوں۔ کوئی صاحب سرمایہ دار ہو تو اپنی جگہ، غریب ومفلوک الحال ہو تو اپنی جگہ، لیکن قانون عدل سب کے لئے یکساں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور ہم سب اس کے غلام ہیں تو غلاموں کے لئے قانون یکساں اور برابر ہوتا ہے۔

انصاف کے راستہ میں دنیائے دنی کے کھوٹے سکے بسا اوقات وجہ مصیبت بن جاتے ہیں اور انصاف بیچ بازار نیلام ہونے لگتا ہے۔ البقرہ میں ارشاد ہوا، "اور نہ مال حاکموں تک پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال میں سے گناہ کما کر کچھ کھا جاؤ اور (اس کی شناعت وبرائی کو) تم جان رہے ہو۔

اسی طرح حضرت نبی مکرم علیہ السلام نے الراشی والمرتشی کلاھما فی النار ارشاد فرما کر رشوت کے مکروہ دھندے کی جڑوں پر تیشہ چلا دیا اور واضح کر دیا کہ آج اگر کوئی محض وقتی منفعت کے لئے ایسا کرتا ہے تو کر گزرے

لیکن انجام سوچ لے۔ پھر آگے بڑھیں تو یہاں ایک رکاوٹ، سفارش کی شکل میں نظر آتی ہے، بقول ایک صاحب دل "سفارش قانونِ عدل کو بیچ چوراہے کے ذبح کرنا ہے ہاں مظلوم کی دادرسی کے لئے توجہ دلانا الگ بات ہے" حضور علیہ السلام کے احساسات مبارکہ کا یہ حال تھا کہ جب فاطمہ مخزومیہ کی چوری پر آپ کے بہت ہی چہیتے صحابی حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارش پر آمادہ کیا گیا تو نبوت کی سراپا شفقت نگاہ غضب آلود ہو کر رہ گئیں اور فرمایا اتشفع فی حد من حدود اللہ؟ کہ حدود الٰہی میں سفارش کی جرأت کرتے ہو؟ پھر زبان مبارک سے ایک ایسا جملہ نکلا جو بلا مبالغہ قانون عدل کا تاج کا جھومر ہے والذی نفس محمد بیدہ لو سرقت فاطمۃ بنت محمد لقطعت یدھا، خدا نخواستہ میری بیٹی اس جرم کا ارتکاب کرتی تو وہ بھی بخشی نہ جاتی، اسے بھی معاف نہ کیا جاتا اور اسکے بھی ہاتھ کاٹ دئے جاتے۔

دو افراد یا دو گروہوں کے درمیان مصالحت بھی تقاضائے دین فطرت ہے اور اسلام جلتی ہوئی آگ کو بھڑکانے والوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ کہتا ہے اس آگ کو بجھاؤ جیسا بھی ممکن ہو، والصلح خیر کہتا ہے اور مصالحت پر زور دیتا ہے۔ سورۂ حجرات اسلام کے نظام اخلاق میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اس کی آیت ۹ پر غور کریں۔

اور مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں کا ایک فرقہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے اس سے بھی تم لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع کرے پھر جب وہ رجوع لائے تو دونوں میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حکومت وسلطنت کے نقطہ نظر سے سوچیں تو عدل وانصاف اس کی عمارت کا ایسا ستون نظر آئے گا، جس کے بغیر یہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ نبوت کے محرم راز اور حضور علیہ السلام کے خلیفہ راشد بلا فصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "مجھے تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم میں سے اچھا نہیں ہوں اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو ورنہ میری اصلاح کرنا۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ اس سے آگے وہ جملے ہیں جن کا بیان ہمارا مقصد ہے فرمایا۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کروں گا اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، چنانچہ میں اس سے حق لوں گا"۔

حکومت وہی دوام وبقا حاصل کرتی ہے جس کا ستون عدل محفوظ رہتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر خلیفۃ اللہ فی الارض کی شان ہی اور ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں زلزلہ آیا تو اپنا درّہ زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ جب میں نے تیری پیٹھ پر ظلم نہیں کیا انصاف کیا ہے تو تو اللہ کی مخلوق کے لئے پریشانی کا سامان کیوں پیدا کرتی ہے پھر اس حقیقت کو جھٹلانا مشکل ہے کہ زمین تھم گئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو فرمایا:

امانتیں امانت داروں کو پہنچاؤ اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ (النساء)

النساء کی اس آیت میں ادائے امانت کا مطلب بھی مفسرین عظام نے منصفانہ فیصلہ لکھا ہے اور براہ راست حضور علیہ السلام کو فرمایا،

اور اگر فیصلہ کرے تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (المائدہ)

مدتوں پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ہدایت تھی سورہ ص میں ہے

فاحکم بین الناس بالحق کہ لوگوں کے درمیان سچائی اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

سورۂ النمل کی آیت ۷۶ کے متعلق امام رازیؒ کی تصریح ہے کہ صاحب عدل کو صاحب نطق ہونا ضروری ہے ورنہ اسے حکم دینے کا حق نہیں اور مزید قادر علی التنفیذ ہونا چاہیئے نیز عالم ہونا ضروری ہے پس عدل و انصاف کی صفت قدرت اور علم دونوں کو شامل ہے۔ انہی تصریحات سے اس نعمت کا احساس ہوتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا تو جو چند نفوس عرش الٰہی کے سایہ تلے ہوں گے ان میں امام عادل بھی ہوگا — عدل کے متعلق یہ چند اشارات ہیں جن میں ہم نے عرض کیا کہ محض عدالتی معاملات ہی سے عدل کا تعلق نہیں بلکہ یہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہے اس ضمن میں چند مثالیں معاشرت و معاملات وغیرہ کے متعلق سامنے آئیں مزید آگے بڑھیں عقیدہ توحید جو ساری عمارت اسلام کی بنیاد ہے اس کے منافی طرز عمل کو بھی اللہ تعالےٰ نے ظلم سے تعبیر کیا جو عدل کی ضد ہے گویا اللہ تعالےٰ کو اس کی ذات و صفات میں تنہا تسلیم کرنا اس کے اختیارات و تصرف اور اس کے عالم ماکان و مایکون کا تصور تو عدل ہے اور اس کے بغیر کوئی سوچ ظلم ہے اس لئے کہ یہ بات حق و انصاف کے خلاف ہے — مجدد سرہندی قدس سرہٗ جو برعظیم میں باب تجدید کے فاتح ہیں وہ جہانگیر کے حضور سجدہ کے لئے بلائے گئے تو آپ نے سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک کمزور وضعیف انسان اپنے جیسے کے سامنے سجدہ کرے تو کیوں کرے، سجدہ کی مستحق صرف اللہ کی ذات ہے اور اس میں سجدہ عبادت و تعظیم کی تقسیم نرا شیطانی وسوسہ ہے اور بس۔

الغرض اسلامی نظام عدل کے نفاذ کی جب بات کی جاتی ہے تو اس کا مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے یعنی یہ کہ پوری زندگی حق و عدل کے اس میزان و ترازو سے عین مطابق ہو جو منجانب اللہ نازل ہوا ایمان بالتوحید، ایمان بالرسالت اور ایمانیات کے باقی تمام شعبوں سے لے کر معاشرت و معاملات سبھی چیزوں میں اس کا لحاظ ہو اور اس میں ذرہ برابر نرمی، مداہنت اور غفلت اس تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے کہ پھر یہ طوفان بلاخیز رک نہیں سکتا۔ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی اس معاملہ میں اسوہ و نمونہ ہے کہ آپ نے عدل کے قیام کے لئے کسی تعلق و گروہ بندی اور اکثریت و اقلیت کا لحاظ نہیں کیا — حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں اپنے حقیقی اور محترم چچا جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سودی رقوم کے متعلق صاف صاف اعلان کر دیا کہ ان کا قصہ تمام ہوا۔ جن لوگوں نے قرض لئے ہیں وہ اصل رقومات کی واپسی کا انتظام کر دیں۔ سود کا کوئی پیسہ ان کے ذمہ نہیں — گویا البقرہ کی آیت لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ کا مفہوم عملاً سمجھا دیا۔ اور بتلا دیا کہ کوئی کسی کا حق نہ رکھے اور کسی کی مجبوری سے فائدہ اُٹھا کر ایک کے دو لے — یہی عدل ہے اور یہی تقاضائے فطرت و دین۔

اسلامی نظام عدل کے نفاذ کا اصل طریق یہی ہے کہ ہر شخص اپنے مفادات ذاتی سے دست بردار ہو کر اجتماعی خیر و بھلائی کے کاموں کی طرف متوجہ ہو جائے اور ہر شخص اپنے فرائض منصبی کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل — جس معاشرہ میں طلب حقوق کا ہنگامہ کارزار گرم ہو لیکن ادائے فرض کا احساس مر جائے، وہ معاشرہ انارکی کا شکار ہو جاتا ہے اس کو عافیت و طمانیت کی دولت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وقت و حالات کے مصنوعی خوف کا طوق گلے سے اتار پھینکا جائے اور ع ہر ملک ملکِ ما است کہ ملک خدائے ما است کا جرأت مندانہ عزم لے کر آگے بڑھا جائے — اس میں شک نہیں کہ حکمت کے اصولوں کا لحاظ ضروری ہے کہ اس لحاظ میں مسلمان کو اپنی روایات کھو نہیں دینی چاہئیں — دینی غیرت وحمیت، عزم و حوصلہ اور اعتماد علی اللہ کی لازوال دولت کے سہارے اس

(باقی ۱۳ پر)

احمد یعقوب چودھری

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے تھے۔ وہ ایام طالب علمی ہی میں ہی اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اپنے ساتھی طالب علموں اور اساتذہ میں قابلِ احترام سمجھے جاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند جسے دنیا میں مذہب اسلام کی بہت بڑی یونیورسٹی ہونے کا شرف حاصل ہے، کا یہ طالبعلم اپنے ابتدائی دور میں ہی علم و فضل کے میدان میں سبقت لے گیا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی اپنے ساتھی طلباء کو منطق وغیرہ کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے یعنی طالب علم کی حیثیت میں بھی مدرس تھے۔ انہوں نے علمی میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کا اعتراف غیر بھی کرتے تھے۔ تفسیر قرآن پاک جو ہر خاص و عام کے لئے علم و عرفان اور ہدایت کا سرچشمہ ہے، کو ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ مورخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی تفسیر قرآن پاک کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے معارف میں لکھتے ہیں کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن پاک کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی سے مرحوم کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دلنشین کرنے کے لئے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔"

(معارف اپریل ۱۹۵۰ء)

ان کی تفسیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے معمولی پڑھا لکھا انسان بھی فیضیاب ہو سکتا ہے۔ علماء و اہل علم کے نزدیک تو یہ تفسیر اپنی مثل آپ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"بے شک ہم نے ہی قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

اللہ رب العزت کا یہ ارشاد کہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدمت قرآن پاک کرنے والے دراصل اللہ کے کام میں ہاتھ بٹانے والے ہیں یعنی یہ وہ صالح گروہ ہے جسے خداوند قدوس نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ اسی صالح گروہ کے ذریعہ جو آج کی دنیا سے لے کر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک زنجیر کی کڑیوں کی طرح مربوط ہے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو نظم و معنی کے اعتبار سے ہر طرح محفوظ رکھا اور یہ اسلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اسی صالح گروہ کے فرد تھے جنہوں نے قرآن پاک کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ حضرت مولاناؒ بہت بڑے مفسر قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ فن حدیث و فقہ میں بھی ماہر تھے۔ منطق، فلسفہ اور علم الکلام پر آپ کو ایام طالب علمی میں ہی دسترس حاصل تھی۔ ان کی تحریر کردہ شرح مسلم شریف بنام فتح الملہم کی تین جلدیں نہ صرف مسلمانان پاک و ہند کے لئے بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ اور ان کے علمی کارناموں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ علوم عقلیہ سے انہیں خاص تعلق تھا درس و تدریس اور خطابت پر انہیں مکمل عبور حاصل تھا۔ علمی اور تصنیفی کارناموں کے علاوہ حضرت علامہؒ دشتِ سیاست کے بھی شہسوار تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ہمراہ تحریکِ خلافت

کے سلسلہ میں ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کیا اور ملک کے عوام کو برطانوی استعمار کے خلاف اُبھارنے کی بھرپور سعی کی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے راز دار سیاست امام انقلاب حضرت علامہ عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں بننے والی تنظیم جمعیت الانصار کی مجلس منتظمہ کے ممبر رہے اسی پلیٹ فارم سے انہوں نے عوامی تقاریر کے ذریعہ جنگ بلقان وطرابلس کے متاثرہ مسلمانوں کی مالی امداد کے لئے ہندوستان بھر سے چندہ فراہم کیا۔ تحریک آزادی ہند کے لئے جمعیت العلماء ہند کے پلیٹ فارم سے حضرت مولانا اپنا کام کر رہے تھے کہ قائدین مسلم لیگ کے اس نعرہ اور وعدہ پر کہ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی وہاں قوانین شریعت کا نفاذ کر دیا جائے گا انہوں نے اپنے محترم ساتھی علماء سے سیاسی اختلاف کرتے ہوئے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ انہیں قائدین مسلم لیگ کے اس وعدہ پر یقین تھا کہ پاکستان بننے کے بعد قانون اسلامی کے نفاذ کے ذریعہ وہاں ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جائے گا جو تمام دنیا کے لئے ایک مثال ہوگا جس کو دیکھ کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جائے گی اور پوری دُنیا کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنے گا۔ ان کا ہر کام دین کے تابع تھا انہوں نے دین سمجھ کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور اس تحریک کو موثر بنانے کے لئے جمعیت العلماء ہند کے مقابلہ میں جمعیت العلماء اسلام کی داغ بیل ڈالی۔ اسی پلیٹ فارم سے مولانا نے تحریک پاکستان کو اپنے انجام تک پہنچانے میں اپنا بے مثل کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں شاندار خدمات کے اعتراف کے طور پر عوام نے انہیں شیخ الاسلام کا خطاب دیا اور قیام پاکستان کے بعد پرچم کشائی کی رسم بھی انہی کے ہاتھوں ادا کرائی گئی۔ بانی پاکستان کو مولانا پر حد درجہ اعتماد تھا۔ اعلان پاکستان کے بعد صوبہ سرحد کا ریفرنڈم پاکستان کے لئے اہم ترین اور مشکل مرحلہ تھا۔ مولانا نے سخت گرمی کے موسم میں پیری و بیماری کے باوجود صوبہ سرحد کا طوفانی دورہ کر کے لوگوں کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا۔ اور ریفرنڈم جیتا۔ صوبہ سرحد کی پاکستان میں شمولیت ایک بہت بڑی فتح تھی۔ جس کا سہرا مولانا کے سر ہے۔ حضرت علامہ متحدہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے ممبر تھے اسی لحاظ سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ممبر بنے اور انہوں نے اسمبلی کے اندر و باہر مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے جو اس ملک کے بنانے کا اصل مقصد تھا، کوششیں تیز سے تیز تر کر دیں۔ انہی کوششوں کے نتیجہ میں قرار داد مقاصد پاس ہوئی جسے تمام مکاتیب فکر کے علما نے اتفاق رائے سے پاس کیا اور جسے آج بھی تمام مکاتیب فکر کے علماء تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت علامہ پہلے قیام پاکستان کے لئے اور پھر اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک مقصد پاکستان حاصل نہیں کیا جاتا تعمیر پاکستان مکمل نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ اسی شبانہ روز محنت کے نتیجہ میں صحت نے جواب دے دیا اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے تقریباً اڑھائی سال بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ان کی سیاسی خدمات جو انہوں نے تحریک پاکستان میں انجام دیں تاریخ پاکستان کا ایک مستقل باب ہے۔ ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ رب العزت ان کی قبر پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

ایسے لوگ کبھی کبھار ہی پیدا ہوا کرتے ہیں۔

احکام القرآن

امام جصّاص رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی کارنامہ

چوتھی صدی ہجری میں جو اہل فضل و کمال آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ان میں امام جصّاص رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نامی بھی شامل ہے۔ احمد بن علی بن حسین رازی نام تھا اور جصّاص کے لقب سے معروف تھے ۳۰۵ھ ہجری میں عروس البلاد بغداد میں پیدا ہوئے اور ۳۷۰ھ میں بمقام نیشاپور آپ کی وفات ہوئی۔ "رہنمائے دین" آپ کی تاریخ وفات کا مادہ ہے اور آپ کی پوری زندگی کا عکاس ——— "الامام" اور "حجۃ الاسلام" کے القابات سے امت نے انہیں یاد کیا جس سے ان کی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ "طبقات قاری" میں انہیں الامام الکبیر الشاہ کے القابات سے یاد کیا ہے۔ اور خطیب بغدادی نے حنفیہ سے تعصب کے باوجود ان کے متعلق لکھا۔ ھوامام اصحاب ابی حنیفہ فی وقتہ وکان مشہورا بالزھد خوطب فی ان یلی القضاء فامتنع واعید علیہ الخطاب فلم یفعل۔ یعنی آپ اتنے بڑے زاہد تھے کہ قضاء کا عہدہ قبول نہ کیا۔ ابو سہل زجاجؒ کے واسطہ سے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہے۔ اور حدیث میں امام ابو حاتم، عثمان دارمی اور عبدالباقی بن قانع وغیرہ کے شاگرد ہیں ——— حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں انہیں بڑی اہمیت حاصل تھی اور اگر دور دور سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ فقہائے بغداد نے آپ سے بڑا استفادہ کیا۔ تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف آپ کا معمول تھا۔ آپ کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے جن میں احکام القرآن، شرح مختصر الکرخی، شرح مختصر الطحاوی، شرح جامع محمد، کتاب فی اصول الفقہ، شرح اسماء الحسنیٰ اور ادب القضا بہت مشہور ہیں۔ بالخصوص احکام القرآن آپ کا زبردست علمی کارنامہ اور شاہکار ہے۔ اور مسلمان قوم کے کلاسیکل لٹریچر میں اسے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مصنف علامؒ نے اس کتاب کو تین جلدوں میں مکمل کیا تھا جو پہلی بار خلافت عثمانیہ کی وزارت اوقاف نے ۱۳۳۵ھ میں چھاپ کر اپنی علم و معارف پروری کا مظاہرہ کیا۔ اس کی تین جلدوں کی تفصیل اس طرح ہے کہ پہلی جلد کے ۵۴۰ صفحات ہیں دوسری کے ۴۹۴، تیسری کے ۴۷۹۔ جبکہ فہرست مضامین وغیرہ کے صفحات ملا کر کل صفحات کی تعداد ۱۵۳۸ بنتی ہے۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں "احکام قرآن" کو بیان کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اور تمام ادیان و کتب کی ناسخ اور قیامت تک ساری انسانیت کے لئے ہادی و رہنما۔

اس کتاب کو ایک نظر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام جصّاص کتنے بڑے فاضل انسان تھے اور قرآن و قرآنی علوم، حدیث، حدیثی علوم اور فقہ و اصول فقہ میں انہیں کتنی گہرائی حاصل تھی۔ ایک مجتہد کی شان دلربائی اور کاوشوں کا اندازہ

اسی قسم کی ٹھوس اور علمی کتاب سے ہو سکتا ہے اور انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کیسے لوگ تھے جنہوں نے آج کے وسائل نہ ہونے کے باوصف ایسے ایسے کارنامے انجام دئے۔

تین جلدوں میں سے پہلی جلد سورۃ الفاتحہ اور البقرہ پر مشتمل ہے دوسری المائدہ پر ختم ہو رہی ہے اور تیسری الناس (اختتام قرآن) تک چلی گئی ہے۔ قرآن کریم کی آیات احکام بالعموم ابتدائی طویل سورتوں میں ہیں جو مدنی دَور سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ابتدائی دو مجلدات میں الانعام تک کی ان تمام آیات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ جن میں کوئی نہ کوئی حکم موجود ہے۔ انہوں نے آیات احکام کی تشریح و تفسیر میں کمال درجہ مہارت کا مظاہرہ کیا اور سلف صالحین کے طریق سلامتی کے مطابق ایک ایک آیت کے اندر مخفی جواہر و موتی دنیا کے سامنے رکھ دئے۔ پھر انہوں نے قرآنی مفردات کا حل پیش کیا اور سند میں عربی شعراء کا کلام پیش کر کے اپنی بات کو محکم و مضبوط طریق سے ذکر کیا۔ اس کے بعد آیات احکام سے جو اصولی اور فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ان کو تفصیل و وضاحت سے بیان کیا۔ پانچویں نمبر پر مختلف فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کے اتفاق و اختلاف کی اس طرح نشاندہی کی ہے کہ مسلک احناف کی برتری کے باوصف باقی ائمہ کا احترام اور ان علمی وجاہت پر آنچ نہ آنے پاتے۔ اس لئے کہ ایک صحیح اور مخلص مسلمان اور پھر ایک خادم قرآن کا کردار ہی ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی بات کو بے شک دلائل قویہ سے واضح کرے اور اپنے موقف کی برتری ثابت کرے لیکن دوسرے اہل علم و کمال کی توہین و تنقیص سے اجتناب کرے۔

امام جصاص سمیت تمام اکابر مصنفین و مؤلفین میں یہ خوبی تھی اور وہ اہل علم و فضل کے غایت درجہ قدردان و قدرشناس تھے۔ بہر طور انہوں نے اختلافی مسائل میں غایت درجہ تحقیق کے ساتھ ہر ایک کا مؤقف واضح کیا اور پھر ان کے دلائل پر سیر حاصل گفتگو کی۔

اس سے آگے بڑھیں تو بعض مقامات ایسے نظر آتے ہیں جہاں ایک عام آدمی محسوس کرتا ہے کہ قرآن اور حدیث میں تعارض ہے حالانکہ یہ ہماری سوچ کی کوتاہی ہوتی ہے اللہ کے نبی علیہ السلام جن پر وحی کا نزول ہؤا ان کی تبیین و تشریح ترعین قرآنی آیات کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ امام جصاص جیسے لوگوں کا کام ہے کہ وہ ان باریک بینیوں کو واضح کریں۔ سو حضرت الامام نے آیات و احادیث میں جمع و تطبیق کا فریضہ خوب خوب انجام دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

امام نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ متعارض دلائل میں راجح، صحیح اور ناسخ کی نشاندہی کر دی اور مرجوح و مجروح نیز منسوخ ہونے کی وجوہات ذکر فرمادیں —— وہ روایات جو انہوں نے احکامات کے ضمن میں پیش کیں ان کی پوری طرح تنقیح و تنقید کی اور روایات حدیث پر کی حیثیت متعین کرنے کا بھی فرض انجام دیا۔ اور سب سے آخر میں حضرت امام الائمہ، سراج الفقہا والمجتہدین، امام التابعین سیدنا الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجتہادات کی طرف متوجہ ہوتے اور قرآن و سنت کے دلائل قاہرہ سے ان کی ترجیحات ذکر کیں ——

اس طرح ہمارا یہ فرض ہے کہ یہ کتاب نہ صرف حنفی اجتہادات کی صحت و درستگی کا ثبوت فراہم کرنے والی پہلی کتاب ہے بلکہ آیات احکام سے متعلق اتنے ٹھوس طریق سے بھی اس سے قبل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں ان تمام چیزوں کا اہتمام کیا گیا ہو۔

جیسا کہ ہم نے بتلایا کہ اس کا اولین نسخہ وہی تھا جو خلافت عثمانیہ کے دور میں آج سے

(باقی ۱۳ پر)

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

بول فی الفراش

س: میرے دوست کے سر میں خارش تھی۔ جس کے لئے آپ کا لیموں اور روغن تارا میرا والا نسخہ استعمال کرنے سے یہ مرض دور ہو گیا ہے۔ یہ نسخہ کب تک استعمال کیا جائے؟

نیز میرے ایک دوست کا $\frac{14}{15}$ برس کا بچہ ہے جو روزانہ رات سوتے میں پیشاب کر دیتا ہے۔ کوئی آسان اور مجرب نسخہ لکھیں۔

حافظ محمد صدیق انصاری، معرفت تاج کریانہ مرچنٹ، رشید گھاٹ، حیدرآباد

ج: یہ نسخہ مرض دور ہونے تک استعمال کریں۔ البتہ روغن تارا میرا اور روغن زیتون موسم سرما میں اور صرف روغن تارا میرا موسم گرما میں استعمال کریں۔

بچے کو روزانہ رات سوتے وقت مندرجہ ذیل دوائی ۱ تولہ کھلا دیا کریں:۔

تل سفید، مغز بادام شریں، مویز منقیٰ۔ تینوں اشیاء ہموزن لے کر کوٹ کر یکجان کریں اور استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

دُبلا پن

س: میری عمر قریباً ۲۲ سال ہے۔ قد چھ فٹ سے زائد ہے لیکن جسم دُبلا پتلا ہے۔ صرف جسم پر ہڈیاں ہی نظر آتی ہیں۔ براہ کرم کوئی آسان نسخہ بتائیں یا کوئی دوائی لکھ دیں تاکہ جسم کچھ موٹا ہو سکے۔

محمد سلیم

سردار شوکت حیات کالونی، سرگودھا

ج۔ دُبلا پن دور کرنے کے لئے کسی دوائی کے چکر میں نہ پڑیں بلکہ غذا کے ذریعہ علاج کریں۔

صبح ناشتہ میں دیسی گھی کا پراٹھا دودھ کے پیالہ میں بھگو کر کھایا کریں، شام کو بھی ایسا ہی کریں سالن کم کھائیں۔ نیز روزانہ رات کو کشمش سبز آدھ چھٹانک، مغز بادام گیارہ عدد پانی میں بھگو دیں۔ اور صبح سویرے کھا لیا کریں۔ مسلسل عمل سے دُبلا پن دور ہو جائے گا

ریم گوش۔ دماغی خرابی

س: میرے دس سالہ بچے کا کان بچپن سے بہتا ہے۔ کافی ٹیکے لگوائے، ادویات استعمال کیں۔ لیکن فرق نہیں پڑا کوئی علاج بتائیں۔

نیز اسی بچے کو بچپن میں سات ماہ تک بخار رہا۔ بے شمار علاج کے بعد یہ بخار دماغ پر اثرانداز ہو کر اترا۔ اب اس کا علاج بھی صحیح نہیں۔ حکیم ڈاکٹروں کو دکھایا۔ مگر بے سود، نیند آور دوائی سے سو جاتا ہے، نیند بہت کم ہے، کوئی علاج تجویز کریں۔

غلام علی کوثر، اکاؤنٹ برانچ ہیڈ پوسٹ آفس، سیالکوٹ

ج: برگ نیم تازہ ۵ تولہ، شہد خالص ۱ تولہ آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ اس نیم گرم پانی سے پچکاری کے ذریعہ کان دھوئیں۔ اس کے بعد پھٹکڑی بریاں ۱ تولہ، شہد خالص دس تولہ میں ملا کر محفوظ رکھیں اور روزانہ صبح اور رات روئی کی بتی اس دوائی سے تھیڑ کر کان میں ڈالا کریں۔ ہفتہ وار مذکورہ جوشاندہ سے کان دھویا کریں، انشاء اللہ صحت ہوگی۔ بچے کی دماغی کیفیت کے لئے ہماری دوائی سکونی (مشروب) منگوا کر استعمال

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۵۹ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۲۰۷۶۷/۹/۳۹-D.D.9 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ G.M/۴۰-۱۵۴۱۰ ۳ جون ۶۴ء

مطبوعاتِ انجمن خدّامُ الدّین لاہور

* مردِ مومن — ۲۲/۵۰ روپے
* خطبات جمعہ — دس حصے — فی حصہ -/۵ ''
* مجالسِ ذکر حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ — دس حصے — فی حصہ -/۵ ''
* اسلامی تعلیمات حضرت مولانا عبید اللہ انور کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ — ہدیہ — -/۲۴ ''
* ملفوظاتِ طیّبات حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دلآویز گلدستہ — '' — ۱۰/۲۵ ''
* گلدستہ صد احادیث نبویؐ ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ — '' — ۱/۰۰ ''
* خلاصۃ المشکوٰۃ مشکوٰۃ کا خلاصہ حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار — '' — -/۵ ''
* اصلی حنفیّت مذہب حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے — '' — -/۱ ''
* مقصدِ قرآن از حضرت لاہوریؒ — '' — -/۱ ''
* ضرورۃ القرآن از حضرت لاہوریؒ — '' — -/۱ ''
* خدام الدین حضرت لاہوریؒ نمبر — '' — -/۲۵ ''
* رسائل کا سیٹ دو جلد — فی جلد -/۱۰ روپے، یکمشت دونوں حصے منگوانے پر -/۱۸ ''

ہر قسم کی دینی کتب منگوائیے، ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ آرڈر کے ساتھ نصف رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ضرور بھیجئے

المعلن: ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور